سورۃ الرحمٰن

آیاتہا ۷۸ | ۵۵ سورۃ الرحمٰن مکیۃ ۹۷ | رکوعاتہا ۳

حضرت حسن بصری، عروہ بن زبیر، عکرمہ، عطا اور حضرت جابر کے نزدیک ساری سورت مکی ہے (1)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مگر ایک آیت، وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: یَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۔ اس کی چھہتر آیات ہیں۔ حضرت ابن مسعود اور مقاتل نے کہا: یہ تمام کی تمام مدنی ہے۔ پہلا قول اصح ہے (2) کیونکہ حضرت عروہ بن زبیر کی روایت ہے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس نے مکہ مکرمہ میں بلند آواز سے قرآن پڑھا وہ حضرت ابن مسعود تھے اس کی وجہ یہ بنی کہ صحابہ کرام نے کہا: قریش نے اس قرآن کو بلند آواز سے کسی کو پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔ کوئی ایسا آدمی ہے جو ان کو قرآن سنائے گا؟ حضرت ابن مسعود نے کہا: میں۔ صحابہ نے کہا: ہمیں تمہارے بارے میں ڈر لگتا ہے۔ ہم تو کسی ایسے آدمی کا ارادہ کرتے ہیں جس کا قبیلہ ہو جو اس کا دفاع کرے۔ حضرت ابن مسعود نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا پھر آپ مقام ابراہیم کے پاس کھڑے ہو گئے کہا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۞ پھر اپنی آواز کو بلند کیا جب کہ قریش اپنی اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے غور کیا اور کہا: ابن ام عبد کیا کہتا ہے؟ انہوں نے کہا: وہ وہی کہتا ہے جس کے بارے میں (حضرت) محمد گمان کرتے ہیں کہ یہ اس پر نازل کیا گیا ہے، پھر انہوں نے حضرت ابن مسعود کو مارا یہاں تک کہ ان کے چہرے پر نشانات چھوڑے ☆۔

یہ بات صحیح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نخلہ کے مقام پر صبح کی نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے تو سورۃ الرحمٰن پڑھی تو جنوں کی ایک جماعت گزری اور آپ پر ایمان لے آئی۔

ترمذی شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (3) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے پاس تشریف لائے تو ابتدا سے لے کر آخر تک سورۂ رحمٰن پڑھی تو صحابہ خاموش ہو گئے فرمایا: ''میں نے اسے جنوں والی رات میں جنوں پر پڑھا تھا وہ تم سے اچھا جواب دینے والے تھے۔ میں جب بھی اس آیت پر پہنچا فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ وہ کہتے: ہم تیری کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے اے ہمارے رب! تیرے لیے حمد ہے''۔ کہا: یہ حدیث غریب ہے۔ اس میں یہ دلیل موجود ہے کہ یہ مکی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ روایت بیان کی گئی ہے کہ قاسم بن عاصم منقری نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: جو آپ پر نازل ہوا ہے اسے مجھ پر پڑھو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سورۂ رحمٰن پڑھی۔ اس نے عرض کی: اسے دوبارہ پڑھیے تو آپ نے تین دفعہ اسے پڑھا اس نے کہا: اللہ کی قسم! اس پر ظاہری حسن ہے، اس میں مٹھاس ہے، اس کا نیچے والا حصہ بہت گہرا ہے اور اس کا

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 422 | 2۔ المعجم الکبیر، جلد 24، صفحہ 86، حدیث 231

3۔ جامع ترمذی، جلد 2، صفحہ 161، کتاب التفسیر

☆ جامع ترمذی، کتاب فضائل القرآن باب و من سورۃ الرحمٰن، حدیث نمبر 3213، ضیاء القرآن پبلی کیشنز

او پر والا حصہ پھل دار ہے یہ کوئی انسان نہیں کہہ سکتا میں اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی معبود نہیں اور تو اللہ تعالیٰ کا رسول ہے۔

حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ہر شی کی دلہن ہوتی ہے اور قرآن کی دلہن سورۂ رحمٰن ہے'' (1)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے

اَلرَّحْمٰنُ ۝١ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝٢ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝٣ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝٤ اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝٥ وَّ النَّجْمُ وَ الشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝٦ وَ السَّمَآءَ رَفَعَهَا وَ وَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝٧ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝٨ وَ اَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝٩ وَ الْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝١٠ فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۙ وَّ النَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝١١ وَ الْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَ الرَّيْحَانُ ۝١٢ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝١٣

''رحمٰن نے (اپنے حبیب کو) سکھایا ہے قرآن۔ پیدا فرمایا انسان (کامل) کو (نیز) اسے قرآن کا بیان سکھایا۔ سورج اور چاند حساب کے پابند ہیں اور (آسمان کے) تارے اور (زمین کے) درخت اسی کو سجدہ کناں ہیں۔ اور آسمان اسی نے بلند کیا اور میزان (عدل) قائم کی تاکہ تم تولنے میں زیادتی نہ کرو اور وزن کو ٹھیک رکھو انصاف کے ساتھ اور تول کو کم نہ کرو۔ اور اس نے زمین کو پیدا کیا ہے مخلوق کے لیے اس میں گوناگوں پھل ہیں اور کھجوریں غلافوں والی اور اناج بھی بھوسہ والا اور خوشبودار پھول۔ پس (اے انس وجان) تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''۔

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ سعید بن جبیر اور عامر شعبی نے کہا: الرحمٰن تین سورتوں کا آغاز ہے جب سب کو جمع کیا جائے تو وہ مل کر اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام بن جاتا ہے الر، حم اور ن۔ ان تینوں کا مجموعہ اَلرَّحْمٰنُ بنتا ہے۔ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو قرآن کی تعلیم دی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تمام انسانوں تک پہنچایا۔ یہ اس وقت آیات نازل ہوئیں جب انہوں نے یہ کہا: اَلرَّحْمٰنُ؟ رحمٰن کیا ہوتا ہے؟ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ اہل مکہ کے جواب میں نازل ہوئیں جب انہوں نے یہ کہا تھا: اسے ایک انسان سکھاتا ہے وہ یمامہ کا رحمان ہے۔ وہ اس سے مسیلمہ کذاب مراد لیتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو نازل فرمایا۔ زجاج نے کہا: عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ کا معنی ہے قرآن کو یاد کرنا اور اس کو پڑھنا آسان بنا دیا جس طرح فرمایا: وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: اسے علامت بنا دیا ہے جس کی لوگ عبادت کرتے ہیں۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ حضرت ابن عباس،

1۔ کنز العمال، جلد 1، صفحہ 582، حدیث 2638

قتادہ اور حضرت حسن بصری نے کہا: اَلْاِنْسَانَ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں (1)۔ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ یعنی تمام چیزوں کے نام سکھائے۔ ایک قول یہ کیا گیا: انہیں تمام لغات سکھائیں۔ حضرت ابن عباس اور ابن کیسان سے یہ مروی ہے: یہاں انسان سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (2)، بیان سے مراد حرام سے حلال کی اور گمراہی سے ہدایت کی وضاحت ہے (3)۔ ایک قول یہ کیا گیا: جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا وہ مراد ہے کیونکہ آپ نے اولین، آخرین اور یوم دین کے بارے میں واضح کیا۔ ضحاک نے کہا: بیان سے مراد خیر و شر ہے۔ ربیع بن انس نے کہا: جو اسے نفع دیتی ہے اور جو اسے نقصان دیتی ہے؛ یہ قتادہ کا قول ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے تمام لوگ مراد ہیں، یہ اسم جنس ہے۔ اس تاویل کی صورت میں بیان سے مراد کلام اور فہم ہے یہ ایسا وصف ہے جس کے ساتھ انسان باقی تمام حیوانوں پر فضیلت رکھتا ہے (4)۔ سدی نے کہا تمام قوموں کو ان کی زبان کی تعلیم دی جس کے ساتھ وہ کلام کرتے ہیں۔ یمان نے کہا: مراد قلم کے ساتھ خط و کتابت ہے؛ اس کی مثل یہ ارشاد ہے: عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ (العلق) اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ وہ معلوم حساب سے چلتے ہیں۔ تقدیر کلام یہ ہے الشمس و القمر یجریان بحسبان۔ خبر کو مضمر کیا گیا ہے وہ حد سے تجاوز کرتے ہیں اور نہ ایک طرف جھکتے ہیں۔ ابن زید اور ابن کیسان نے کہا: ان دونوں کی مدد سے اوقات، آجال اور عمروں کا حساب لگایا جاتا ہے۔ اگر دن، رات، سورج اور چاند نہ ہوتے کوئی یہ نہ جانتا کہ وہ کیسے حساب کرے اگر سارے کا سارا زمانہ رات یا دن ہی ہوتا۔

سدی نے کہا: بِحُسْبَانٍ سے مراد ہے ان کی اجل کی تقدیر ہے جس طرح لوگوں کی زندگی کے اوقات مقرر ہیں اسی طرح ان کے اوقات مقرر ہیں جب ان کی اجل آجاتی ہے تو یہ دونوں ہلاک ہو جاتے ہیں؛ اس کی مثل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى (الرعد: 2) ضحاک نے حسبان کا معنی قصد کیا ہے۔ مجاہد نے کہا: حسبان سے مراد ہے چکی کی میخ وہ یوں گردش کرتے ہیں جس طرح چکی میخ کے گرد گھومتی ہے (5)۔ حسبان بعض اوقات حسبته، أحسبه کا مصدر ہوتا ہے جس طرح غفران، کذبان اور رجحان ہے اور حسابة بھی اس کا مصدر آتا ہے یعنی میں نے اسے شمار کیا۔ اخفش نے کہا: یہ حساب کی جمع ہے جس طرح شہاب کی جمع شہبان آتی ہے۔ حسبان جب ضمہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی عذاب اور چھوٹے تیر ہوتے ہیں سورۂ کہف میں گزرا ہے اس کی واحد حسبانہ ہے۔ حسبانہ کا معنی چھوٹا تکیہ بھی ہوتا ہے اس معنی میں تو کہتا ہے: حسبته جب تو اسے تکیہ بنائے کہا:

لَثَوَيْتَ غَيْرَ مُحَسَّبِ

یعنی تکیہ کے بغیر نہ اس میں تکریم تھی اور نہ ہی اس میں کفن دیا گیا تھا۔

وَّالنَّجْمُ وَ الشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝ حضرت ابن عباس اور دوسرے علماء نے کہا: نجم اسے کہتے ہیں جس کا تنا نہ ہو اور درخت اسے کہتے ہیں جس کا تنا ہو (6)۔ نجم یہ نجم الشئی ینجم نجوما سے مشتق ہے جب وہ ظاہر و طلوع ہو۔ اس کے سجود سے

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 423　2۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 223　3۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 423
4۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 223　5۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 424　6۔ ایضاً

مراد ان کے سایہ کا سجدہ کرنا ہے(1)؛ یہ ضحاک کا قول ہے۔ فراء نے کہا: دونوں کے سجدہ سے مراد یہ ہے جب سورج طلوع ہوتا ہے تو یہ سورج کے بالمقابل ہوتے ہیں پھر اس کے ساتھ مائل ہوتے ہیں یہاں تک کہ سایہ چھوٹا ہو جاتا ہے(2)۔ زجاج نے کہا: ان دونوں کے سجود سے مراد ان کے سایہ کا ان کے ساتھ گھومنا ہے(3) جس طرح فرمایا: یَتَفَیَّؤُا ظِلٰلُهٗ (النحل: 48) حضرت حسن بصری اور مجاہد نے کہا: نجم سے مراد آسمان کا ستارہ ہے اور مجاہد کے قول کے مطابق اس کے سایہ کا گردش کرنا ہے؛ یہ طبری کا پسندیدہ نقطہ نظر ہے؛ یہ مہدوی نے بیان کیا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کے سجود سے مراد اس کا غروب ہونا ہے اور درخت کے سجدہ سے مراد اس کے پھل کے چننے کا ممکن ہونا ہے؛ یہ ماوردی نے بیان کیا ہے(4)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ سب اللہ تعالیٰ کے سامنے مسخر ہیں تم ستارے کی پوجا نہ کرو جس طرح صابیوں میں سے ایک قوم نے ستاروں کی پرستش کی اور عجمیوں سے کثیر لوگوں نے درخت کی پوجا کی۔ سجود کا معنی خضوع ہے اس سے مقصود حادث ہونے کے آثار ہیں؛ قشیری نے اسے بیان کیا ہے۔ نحاس نے کہا: لغت میں سجود کی اصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری ہے۔ تمام جامد چیزوں سے سجود اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے۔ حیوانات سے بھی یہ اسی طرح ہے اس سے مراد نماز کا سجدہ بھی ہو سکتا ہے۔ محمد بن یزید نے نجم کو نجوم کے معنی میں لیا ہے۔ فَبَاتَتْ تَعُدُّ النَّجْمَ اس نے رات ستارے گنتے ہوئے گزاری۔

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا ابو سمال نے السماء پڑھا یہ مبتدا ہونے کی حیثیت سے مرفوع ہے(5) اسے اس لیے پسند کیا کیونکہ اس کا عطف اس جملہ پر ہے وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدٰنِ ۝ معطوف کو مبتدا اور خبر سے مرکب کیا ہے جس طرح معطوف علیہ مبتدا اور خبر سے مرکب ہے باقی قراء نے السَّمَآءَ کو منصوب پڑھا ہے کیونکہ یہاں فعل مضمر ہے جس کی تفسیر مابعد فعل کرتا ہے۔

وَوَضَعَ الْمِیْزَانَ میزان کا معنی عدل ہے؛ یہ مجاہد، قتادہ اور سدی سے عبارت ہے یعنی زمین میں اس عدل کو رکھا جس کا حکم دیا یہ جملہ بولا جاتا ہے: وضع اللہ الشریعة، وضع فلان کذا فلاں نے اسے پھینکا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: میزان سے مراد قرآن ہے کیونکہ اس میں اس چیز کا بیان ہے جس کے وہ محتاج ہیں؛ یہ حضرت حسین بن فضل کا قول ہے۔ حضرت حسن بصری، ضحاک اور قتادہ نے کہا: اس سے مراد ترازو ہے(6) جس کے ساتھ وزن کیا جاتا ہے تاکہ لوگ اس کے ساتھ نصف نصف کریں۔ یہ جملہ خبریہ ہے امر کے معنی میں ہے یعنی عدل کا حکم دیا؛ اس پر اللہ تعالیٰ کا فرمان دلالت کرتا ہے: وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ۔ قسط کا معنی عدل ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کا معنی حکم ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: آخرت میں میزان رکھنے کا ارادہ کیا تاکہ اعمال کا وزن کیا جائے۔ میزان کی اصل موزان ہے اس بارے میں گفتگو سورۂ اعراف میں گزر چکی ہے۔

اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ ۝ ان کا محل نصب ہو سکتا ہے اس صورت میں کہ حرف جار حذف ہے گویا فرمایا: لئلا تطغوا جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا (النساء: 176) یہ بھی جائز ہے کہ ان کا اعراب میں کوئی محل نہ ہو بلکہ یہ ای کے معنی میں ہو اس تقدیر کی بنا پر تطغوا مجزوم ہوگا جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 424 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً
5۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 224 6۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 424

حسن:6) طغیان کا معنی حد سے تجاوز کرنا ہے۔ جس نے کہا: میزان کا معنی عدل کرنا ہے (1) تو اس نے کہا طغیان کا معنی ظلم ہے۔ جس نے کہا: میزان سے مراد وہ چیز ہے جس کے ساتھ وزن کیا جاتا ہے۔ اس نے کہا: طغیان کا معنی کمی کرنا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جس کے لیے تم وزن کرو اس کے ساتھ خیانت نہ کرو۔ ان سے یہ بھی مروی ہے جس نے کہا: اس کا معنی تم ہے اس نے کہا: اس کے طغیان سے مراد تحریف ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا: اس میں اضمار ہے یعنی اس نے میزان اتارا اور تمہیں حکم دیا کہ تم اس میں سرکشی نہ کرو۔

وَ اَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ یعنی عدل کے ساتھ اسے سیدھا رکھو۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کہا: ترازو کی ڈنڈی انصاف کے ساتھ سیدھا رکھو۔ ابن عیینہ نے کہا: اقامت کا تعلق ہاتھ سے اور قسط کا تعلق دل سے ہے۔ مجاہد نے کہا: قسط رومی زبان میں عدل کو کہتے ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ تیرے اس قول کی طرح ہے اقام الصلوٰۃ یعنی اسے اپنے وقت میں ادا کیا۔ أقام الناس اسواقهم وہ بازار میں اس کے وقت میں آئے۔ یعنی تم وزن میں عدل کے ساتھ جو باہم معاملہ کرتے ہو اسے ترک نہ کرو۔

وَ لَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝ میزان میں کمی نہ کرو، کیل اور وزن میں کمی نہ کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَ الْمِيْزَانَ (ہود:84) قتادہ نے اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے کہا: ابن آدم کے ساتھ عدل کرو جس طرح تو پسند کرتا ہے کہ تیرے ساتھ عدل کیا جائے اور پورا پورا حق دو جس طرح تو پسند کرتا ہے کہ تجھے پورا پورا حق دیا جائے، کیونکہ عدل میں ہی لوگوں کا بھلا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: معنی ہے قیامت کے روز اپنی نیکیوں کے میزان میں کمی نہ کرو کہ یہ چیز تمہارے لیے حسرت بن جائے۔ آیات کے سروں کی رعایت کرتے ہوئے میزان کا لفظ مکرر ذکر کیا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: تکرار وزن کو پورا کرنے اور عدل کی رعایت کے امر کے لیے ہے۔ عام قرأت تخسروا ہے۔ بلال بن ابی بردہ اور ابان بن عثمان نے تَخْسِرُوا قرأت کی ہے۔ یہ دونوں لغتیں ہیں۔ یہ جملہ بولا جاتا ہے: أخسرت الميزان و خسرته۔ یہ أجبرته و جبرته کی طرح ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: تَخْسَرُوا تاء اور سین کے فتحہ کے ساتھ ہے حرف جر کے حذف پر محمول ہے۔ معنی ہے لا تخسروا في الميزان میزان میں کمی نہ کرو۔

وَ الْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝ انام سے مراد لوگ ہیں (2)؛ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ حضرت حسن بصری نے کہا: جن اور انسان مراد ہیں (3)۔ ضحاک نے کہا: روئے زمین پر جو چیز چلتی ہے۔ یہ عام ہے فِيْهَا فَاكِهَةٌ مختلف قسم کے پھلوں سے انسان جو لطف اندوز ہوتا ہے۔

وَ النَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝ اکمام، کم کی جمع ہے۔ جوہری نے کہا: کمہ اور کمامہ کا معنی گابھے کا غلاف اور کلی کا پردہ ہے۔ اس کی جمع کمام، اکمہ، اکمام اور أکامیم آتی ہے کم الفصیل جب اس پر شفقت کی گئی اسے ڈھانپا گیا یہاں تک کہ وہ طاقتور ہو گیا؛ عجاج نے کہا:

بَلْ لَوْ شَهِدْتَ النَّاسَ إِذْ تُكُمُّوا بِغُمَّةٍ لَوْ لَمْ تُفَرَّجْ غُمُّوا

تُکُمُّوا یعنی ان پر غشی طاری ہوگئی اور انہیں ڈھانپ لیا گیا۔ اکمت النخلۃ و کممت یعنی اس نے گابھے کے پردے نکالے۔ کمام اور کمامہ کا معنی یہ بھی ہے جس کے ساتھ اونٹ کا منہ باندھا جاتا ہے تاکہ وہ کسی کو نہ کاٹے۔ اس معنی میں تو کہتا ہے بعیر مکموم۔ کممت الشئ میں نے اس شے کو ڈھانپ لیا انکم جو کسی چیز کو چھپالے اور اسے ڈھانپ لے، اسی معنی میں کہ القمیص ہے اس کی جمع اکمام اور کِمَمَہ ہے جس طرح حب کی جمع حِبَبَہ ہے کُمَّۃ کا معنی گول ٹوپی ہے کیونکہ وہ سر کو ڈھانپ لیتی ہے: شاعر نے کہا:

فقلتُ لَهُمْ كِيلو بكُمَّةِ بعضِكُمْ دَرَاهِمَكُمْ إِنِّي كذلك أَكِيلُ

میں نے انہیں کہا: تم اپنے میں سے کسی کی ٹوپی کے ساتھ اپنے دراہم کا کیل کرلو میں اسی طرح کیل کیا کرتا ہوں۔

حضرت حسن بصری نے کہا: ذات الاکمام کا معنی ہے چھال والا کیونکہ کھجوروں کو چھال سے چھپایا جاتا ہے: کمامھا سے مراد اس کی وہ چھال ہے جو اس کی گردن میں ہوتی ہے۔ ابن زید نے کہا: وہ گابھے والا ہے قبل اس کے کہ وہ اوپر سے چھوٹ جائے۔ عکرمہ نے کہا: وہ احمال والا ہے۔

وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝ حب سے مراد گندم، جو وغیرہ ہیں۔ عصف کا معنی بھوسہ ہے۔ حضرت حسن بصری وغیرہ سے مروی ہے مجاہد نے کہا: درخت اور کھیتی کا پتہ ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا: کھیتی کا تنکا اور پتہ جسے ہوائیں اڑاتی رہیں۔ سعید بن جبیر نے کہا: کھیتی میں سے جو سب سے پہلے اگتا ہے؛ یہ فراء کا قول ہے۔ عرب کہتے ہیں: خرجنا لعصف الزرع پکنے سے پہلے جب اسے کاٹ لیں۔ صحاح میں اسی طرح ہے عصفت الزرع جب تو اس کو پکنے سے پہلے کاٹ لے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عصف سے مراد سبز کھیتی کا پتہ ہے جب اس کا سرا کاٹ دیا جائے اور وہ خشک ہو جائے اس کی مثل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: **فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ** ۝ (الفیل) جوہری نے کہا: قد اعصف الزرع، مکان معصف ایسا مکان جو زیادہ کھیتی والا ہو۔ ابو قیس بن اسلت انصاری نے کہا:

إذا جُمادَى مَنَعَتْ قَطْرَهَا زَانَ جَنَابِي عَطَنٌ مُعْصِفُ

جب جمادی نے اپنی بارش کو روک لیا تو کثیر کھیتی والے باڑے نے میرے صحن کو مزین کیا۔

عصف کا معنی کمائی بھی ہے؛ اسی معنی میں راجز کا قول ہے

بغیرِ ما عَصْفٍ ولا اصطِرَافِ بغیر محنت اور کسب معاش کے۔

اسی طرح الاعتصاف ہے عصیفہ سے مراد مجتمع پتے ہیں جن میں بالی ہو۔ ہروی نے کہا: عصف اور عصیفہ سے مراد بالی کا پتہ ہے۔ ثعلبی نے کہا: ابن سکیت نے کہا عرب کھیتی کے پتہ کو عصف اور عصیفہ کہتے ہیں جل جیم کے کسرہ کے ساتھ ہے۔ صحاح میں ہے جل کھیتی کا تنا جب اسے کاٹ جائے۔ ریحان سے مراد رزق ہے؛ یہ حضرت ابن عباس اور مجاہد سے مروی ہے۔ ضحاک نے کہا: یہ حمیر کی لغت ہے۔ حضرت ابن عباس، ضحاک اور قتادہ نے کہا: مراد وہ ریحان ہے جسے سونگھا جاتا ہے؛ یہ ابن

زید کا قول ہے (1)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے: اس سے مراد کھیتی کی سبزی ہے۔ سعید بن جبیر نے کہا: مراد وہ کھیتی ہے جو تنے پر کھڑی ہو۔ فراء نے کہا: عصف سے مراد کھیتی میں سے جسے کھایا گیا ہو (2)، ریحان اسے کہتے ہیں جسے نہ کھایا جائے۔ کلبی نے کہا: عصف اس پتے کو کہتے ہیں جس کو کھایا نہیں جاتا (3)، ریحان اس دانے کو کہتے ہیں جس کو کھایا جاتا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا: ایسی سبزی جس کی خوشبو اچھی ہو اسے ریحان کہتے ہیں کیونکہ انسان اس کی اچھی خوشبو سونگھتا ہے۔ یہ فعلان کا وزن ہے روحان رائحہ سے ماخوذ ہے کلمہ میں یاء کا اصل واؤ تھا اس کے اور روحانی کے درمیان فرق کرنے کے لیے واؤ کو یاء سے بدل دیا۔ روحانی ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کی روح ہو۔ ابن اعرابی نے کہا: یہ کہا جاتا ہے شئ روحانی و ریحانی یعنی اس کی روح ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ یہ فعیلان کے وزن پر ہو اس کی اصل ریوحان ہے واؤ کو یاء سے بدل دیا اور پھر ادغام کیا جس طرح ھین اور لین، پھر طوالت اور الف نون زائدہ کے لاحق ہونے کی وجہ سے تخفیف کو لازم کر دیا گیا۔ حوراء، واؤ اور حاء سے مرکب ہو اس میں اصل جھومنا اور حرکت کرنا ہے۔ صحاح میں ہے: ریحان سے مراد معروف جڑی بوٹی ہے۔ ریحان سے مراد: رزق ہے تو کہتا ہے خرجت أبتغی ریحان میں اللہ تعالیٰ کا رزق تلاش کرنے کے لیے نکلا۔ نمر بن تولب نے کہا:

سلامُ الالٰهِ و رَیْحَانُهُ اللہ تعالیٰ کا سلام اور اس کا رزق (4)۔

حدیث میں ہے: الولد من ریحان اللہ (5) اولاد اللہ تعالیٰ کا رزق ہے۔ اور لوگوں کا یہ قول سبحان اللہ و ریحانہ دونوں کو مفعول مطلق کے طریقہ پر نصب دی ہے۔ وہ یہ قول کر کے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنا چاہتے ہیں اور اس سے رزق کے طالب ہوتے ہیں، جہاں تک اللہ تعالیٰ کے فرمان: وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝ کا تعلق ہے تو عصف سے مراد کھیتی کا تنا اور ریحان سے مراد اس کا پتہ ہے؛ یہ فراء سے مروی ہے۔ عام قرأت وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝ دونوں پر رفع ہے کیونکہ ان کا عطف الفاکھة پر ہے۔ ابن عامر، ابو حیوہ اور مغیرہ نے الارض پر عطف کرتے ہوئے انہیں منصوب پڑھا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: فعل مضمر ہے تقدیر کلام یہ ہے خلق الحبّ ذا العصف و الریحان اس صورت میں ذات الاکمام پر عطف کرنا اچھا ہے۔ حمزہ اور کسائی نے الریحان کو جر دی ہے اس کا عطف العصف پر ہے، تقدیر کلام یہ ہوگی الحب ذو العصف و الریحان جس نے ریحان کو رزق بنایا ہے یہ اس پر ممتنع نہیں، گویا یوں کہا: و الحب ذو الرزق۔ رزق اس حیثیت میں کہ عصف رزق ہے کیونکہ عصف بہائم کا رزق ہے اور ریحان لوگوں کا رزق ہے (6)۔ جس نے یہ کہا کہ یہ ریحان مشموم ہے اس کے قول میں کوئی شبہ نہیں۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ یہ جن و انس کو خطاب ہے کیونکہ انام کا لفظ دونوں پر صادق آتا ہے (7)؛ یہ جمہور کا قول

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 426 2۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 225 3۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 426 4۔ ایضاً

5۔ نوادر الاصول، الاصل العاشر والمائة فی، صفحہ 146۔ جامع ترمذی، باب ما جاء فی حب الولد، حدیث 1833، ضیاء القرآن پبلی کیشنز

6۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 225 7۔ ایضاً

ہے۔ اس پر حضرت جابر کی حدیث دلالت کرتی ہے جس کا ذکر سورت کے آغاز میں ہوا ہے؛ اسے امام ترمذی نے نقل کیا ہے اس میں ہے للجن احسن منکم ردا(1) جنوں نے تم سے بہتر جواب دیا۔ ایک قول یہ کیا گیا: جب فرمایا خَلَقَ الْاِنْسَانَ اور فرمایا: خَلَقَ الْجَآنَّ اس چیز نے اس امر پر دلالت کی کہ جس کا ذکر پہلے ہوا یا بعد میں ہوا اس پر یہ دال ہے نیز یہ بھی فرمایا: سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ یہ خطاب انسانوں اور جنوں کو ہے اس صورت میں فرمایا: يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ۔ جرجانی نے جنوں کو انسان کے ساتھ خطاب کیا اگرچہ جنوں کا پہلے ذکر نہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝ (ص) جنوں کا ذکر وہاں ہو چکا تھا جو پہلے نازل ہوا قرآن ایک سورت کی طرح ہے جب یہ ثابت ہے کہ وہ انسانوں کی طرح مکلف ہیں تو ان آیات میں دونوں جنسوں کو خطاب کیا گیا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: خطاب صرف انسانوں کو ہے جس طرح عربوں کی عادت ہے کہ ایک کو خطاب تثنیہ کے لفظ کے ساتھ کرتے ہیں جس طرح اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ (ق:24) میں گفتگو گزر چکی ہے اسی طرح قفانبك اور خليلى مرّابى میں گزر چکا ہے، جہاں تک خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ اور خَلَقَ الْجَآنَّ کے بعد جو خطاب ہے وہ انسانوں اور جنوں دونوں کو ہے۔ صحیح جمہور کا قول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ، آلاء سے مراد نعمتیں ہیں (2)؛ یہ تمام مفسرین کا قول ہے اس کا واحد الٰی اور اِلٰی ہے جس طرح معی اور عصا ہے الیٰ اور اَلٰی اس میں چار لغتیں ہیں جن کا ذکر نحاس نے کیا ہے کہا: اناء الليل کے واحد میں تین لغتیں ہیں ان میں سے الف مفتوح اور لام ساکن والی لغت ساقط ہے۔ سورۃ الاعراف اور سورۃ النجم میں یہ بحث گزر چکی ہے۔

ابن زید نے کہا اس سے مراد قدرت ہے تقدیر کلام یہ ہے فبأی قدرة ربکما تکذبان یہ کلبی کا قول ہے۔ امام ترمذی محمد بن علی نے اسے ہی اختیار کیا ہے کہا: یہ سورت قرآن کی سورتوں کا جھنڈا ہے جھنڈا لشکر کا امام ہوتا ہے اور لشکر اس کی پیروی کرتا ہے: یہ علم (جھنڈا) بنا کیونکہ یہ ملک وقدرت کی صفت ہے فرمایا: اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ سورت کا آغاز دوسرے اسماء کی بجائے رحمٰن کے اسم سے کیا تا کہ بندوں کو علم ہو جائے کہ اس کے بعد تمام وہ چیزیں جن کے ساتھ صفت بیان کی ہے وہ اس کے افعال، اس کے ملک اور اس کی قدرت میں سے ہے اللہ تعالیٰ کی رحمانیت میں سے رحمت عظمیٰ ان کی طرف نکلی ہے۔ فرمایا: اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ پھر انسان کا ذکر کیا فرمایا: خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ پھر ان چیزوں کا ذکر کیا جو انسان پر احسانات کیے پھر سورج و چاند کے احسان اور اشیاء یعنی نجم وشجر کے سجود کا ذکر کیا پھر آسمان کے بلند کرنے اور میزان یعنی عدل قائم کرنے اور زمین کو انام کے لیے بچھانے کا ذکر کیا، پھر جن وانس کو خطاب کیا جب انہوں نے ان چیزوں کو دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی اس رحمت کی وجہ سے قدرت وملک میں سے ظاہر ہوئیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر کسی منفعت اور حاجت کے بغیر کیں، تو لوگوں نے اس کے ساتھ بتوں کو شریک کر لیا اور ہر معبود کو اس کے سوا اپنا معبود بنا لیا اور اس رحمت کا انکار کر دیا جس کے ساتھ یہ اشیاء ان کی طرف نکلیں۔ سوال کرتے ہوئے انہیں فرمایا: فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ یعنی تم اپنے رب کی کس قدرت کا انکار کرتے ہو؟ ان کی تکذیب یہ تھی کہ وہ چیزیں جو اس کے ملک اور قدرت سے ظاہر ہوئی تھیں ان میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ انہوں نے شریک

1۔ المستدرک علی الصحیحین، جلد 2، صفحہ 515، سورۂ رحمٰن 2۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 226

ٹھہرالیا جو اس کے ساتھ مالک ہے اور اس کے ساتھ قادر ہے یہی ان کی تکذیب ہے۔ پھر یہ ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو صلصال سے پیدا کیا۔ پھر یہ ذکر کیا کہ جنوں کو آگ کے شعلہ سے پیدا کیا۔ پھر ان سے پوچھا تو فرمایا: فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ یعنی تم اپنے رب کی کس قدرت کا انکار کرتے ہو کیونکہ ہر مخلوق میں اس کی قدرت کے بعد قدرت شامل ہے۔ ان آیات میں تکرار تاکید کے لیے اور وضاحت میں مبالغہ کے لیے ہے اور ان کے خلاف دلیل قائم کرنے کے لیے ہے کہ ایک مخلوق کے بعد دوسری مخلوق کو پیدا کیا۔ قتبی نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس صورت میں اپنی نعمتوں کا شمار کیا اپنی مخلوق کو اپنی نعمتیں یاد دلائیں۔ پھر اس کے پیچھے ہر اس کجی کا ذکر کیا جس سے وہ متصف تھا اور ہر اس نعمت کا ذکر کیا جو اللہ تعالیٰ نے اس کے باوجود اس پر کی اور یہ دو نعمتوں کے درمیان اسے فاصلہ کے طور پر رکھا تا کہ انہیں نعمتوں پر متنبہ کرے اور انہیں وہ نعمتیں یاد دلائے جس طرح تو اس آدمی کو کہتا ہے جس پر تو لگا تار احسان کرتا ہے جب کہ وہ اللہ کی ناشکری کرتا ہے اور اس کا انکار کرتا ہے۔ کیا تو فقیر نہیں تھا تو میں نے تجھے غنی کر دیا۔ کیا تو اس کا انکار کرتا ہے؟ کیا تو گمنام نہ تھا تو میں نے تجھے عزت دار بنا دیا کیا تو اس کا انکار کر سکتا ہے؟ اس قسم کی صورت حال میں تکرار اچھا ہے، جس طرح کہا:

کَمْ نِعْمَةٍ کَانَتْ لَکُمْ کَمْ کَمْ وَ کَمْ

تمہارے لیے کتنی ہی نعمتیں ہیں۔

اسی طرح کہا:

لَا تَقْتُلِی مُسْلِمًا اِنْ کُنْتِ مُسْلِمَةً اِیَّاکِ مِنْ دَمِهٖ اِیَّاکِ اِیَّاکِ

اگر تو مسلمان عورت ہے تو کسی مسلمان کو قتل نہ کر اس کے خون سے بچ۔

ایک اور شاعر نے کہا۔

ولا تملّنّ من زیارته زُرْهُ وزُرْهُ وزُرْ وزُرْ وزُرْ

اپنے دوست کی ملاقات سے نہ اکتا تو اس کی ملاقات کر۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ کَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾ وَ خَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۱۶﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَ رَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ ﴿۱۷﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾

''پیدا فرمایا انسان کو بجنے والی مٹی سے ٹھیکری کی مانند اور پیدا کیا جان کو آگ کے خالص شعلے سے۔ پس (اے جن و انس) تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ وہی دونوں مشرقوں کا رب ہے اور دونوں مغربوں کا رب ہے۔ پس (اے جن و انس) تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ جب اللہ تعالیٰ نے عالم کبیر کی تخلیق یعنی آسمان، زمین اور ان کے درمیان اس کی وحدانیت اور اس کی قدرت پر موجود دلائل کا ذکر کیا تو عالم صغیر کی تخلیق کا ذکر کیا فرمایا: خَلَقَ الْاِنْسَانَ علماء تاویل کا اتفاق ہے کہ الْاِنْسَانَ سے مراد

حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔

مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾ صَلْصَالٍ سے مراد خشک مٹی ہے جس کی کھنک سنائی دیتی ہے۔ اس کو فخار کے ساتھ تشبیہ دی جسے پکایا گیا ہو۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد ایسی مٹی ہے جس میں ریت کی آمیزش ہو۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد بدبودار مٹی ہے(1) یہ صل اللحم واصل سے مشتق ہے جب وہ بدبودار ہو۔ سورۂ حجر میں یہ بحث گزر چکی ہے۔ یہاں کہا: مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾ ایک اور جگہ فرمایا: مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾ (الحجر) ایک اور جگہ فرمایا: اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾ (الصافات) فرمایا: كَمَثَلِ اٰدَمَ ۭ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ (آل عمران:59) سب کا معنی ایک ہی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ زمین سے مٹی لی اسے گوندھا تو وہ طین بن گئی پھر وہ منتقل ہوئی تو وہ حما مسنون کی طرح ہو گئی پھر منتقل ہوئی تو وہ فخار کی طرح صَلْصَالٍ ہو گئی۔

وَخَلَقَ الْجَاۗنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾ حضرت حسن بصری نے کہا: جان سے مراد ابلیس ہے یہ جنوں کا باپ ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: الْجَاۗنَّ جن کا واحد ہے مَّارِجٍ سے مراد خالص شعلہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جنوں کو خالص جان سے پیدا کیا۔ لیث نے کہا: مَّارِجٍ سے مراد ایسا شعلہ ہے جو پھیلنے والا ہو جو شدید لپک والا ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے(2): اس سے مراد وہ شعلہ ہے جو آگ پر بلند ہوتا ہے اور اس کا بعض بعض سے ملا ہوتا ہے یعنی کوئی سرخ کوئی زرد اور کوئی سبز ہوتا ہے۔ اس کی مثل مبرد کا قول ہے مبرد نے کہا: مَّارِجٍ سے مراد ایسی آگ ہے جسے روکی نہ جا سکے۔ ابو عبیدہ اور حسن بصری نے کہا: مَّارِجٍ سے مراد خلط ملط آگ ہے۔ اس کی اصل مرج ہے جب وہ مضطرب ہو اور خلط ملط ہو۔ روایت بیان کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو آگوں کو پیدا کیا ان میں سے ایک کو دوسری کے ساتھ ملا دیا تو ان میں سے ایک دوسری کو کھا گئی وہ نار سموم تھی، اس سے ابلیس کو پیدا کیا۔ قشیری نے کہا: لغت میں مَّارِجٍ سے مراد ہے جسے چھوڑ دیا گیا ہو یا جو خلط ملط ہو گیا ہو۔ یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے جو اسم مفعول کے معنی میں ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: مَّاۗءٍ دَافِقٍ ﴿۶﴾ (الطارق) عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿۲۱﴾ (الحاقہ) معنی ہے مرج والی۔ جوہری نے صحاح میں کہا: ماھرج من نار یعنی ایسی آگ جس میں دھواں نہ ہو اس سے جنوں کو پیدا کیا گیا ہے۔ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۶﴾

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿۱۷﴾ تقدیر کلام یوں ہے ھو رب المشرقین سورۂ صافات میں ہے رَبُّ الْمَشَارِقِ ﴿۵﴾ اس کے بارے میں وہاں گفتگو گزر چکی ہے۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿۱۹﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿۲۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾

"اس نے رواں کیا ہے دونوں دریاؤں کو جو آپس میں مل رہے ہیں، ان کے درمیان آڑ ہے آپس میں گڈمڈ نہیں ہوتے۔ پس (اے جن وانس) تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ نکلتے ہیں ان سے موتی اور مرجان

1۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 226　2۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 428

پس (اے جن وانس) تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے"۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿۱۹﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿۲۰﴾ مَرَجَ کا معنی چھوڑ دینا ہے یہ جملہ بولا جاتا ہے: مرج السلطان الناس جب بادشاہ نے لوگوں کو مہمل چھوڑ دیا۔ مَرَجَ کا اصل معنی مہمل چھوڑنا ہے جس طرح جانوروں کو چراگاہ میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے: مرج یعنی خلط ملط کر دیا۔ اخفش نے کہا: ایک قوم کہتی ہے أمرج البحرین یہ مرجکی طرح ہے فعل اور افعل ایک معنی میں ہے۔ البحرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: آسمان کا سمندر اور زمین کا سمندر (1)؛ یہ مجاہد اور سعید بن جبیر کا قول ہے۔ يَلْتَقِيٰنِ وہ ہر سال میں ملتے ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: دونوں کے کنارے ملتے ہیں (2)۔ حضرت حسن بصری اور قتادہ نے کہا: فارس اور روم کا سمندر (3)۔ ابن جریج نے کہا: مراد نمکین سمندر اور میٹھے دریا (4)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مشرق و مغرب کے سمندر جن کے کنارے ملتے ہیں (5)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: لؤلؤ اور مرجان کا سمندر (6)۔ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ دونوں کے درمیان آڑ ہے۔ پہلے قول کے مطابق جو زمین و آسمان کے درمیان ہے؛ یہ ضحاک کا قول ہے۔ دوسرے قول کے مطابق وہ زمین ہے جو دونوں کے درمیان ہے وہ حجاز ہے؛ یہ حضرت حسن بصری اور قتادہ کا قول ہے۔ ان دونوں کے علاوہ جو اقوال ہیں ان میں حاجز سے مراد قدرت الٰہیہ ہے جس طرح سورۂ فرقان میں گزرا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے: "اللہ تعالیٰ نے مغربی کنارہ سے کلام فرمایا فرمایا: میں تجھ میں ایسے بندے بنانے والا ہوں جو تسبیح کریں گے، تکبیر کہیں گے، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہیں گے اور میری حمد کریں گے تو ان کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا؟ اس نے عرض کی: اے میرے رب! میں انہیں غرق کر دوں گا۔ فرمایا: میں انہیں اپنے ہاتھ میں اٹھا لوں گا اور تیری قوت کو تیری اطراف میں رکھ دوں گا۔ پھر مشرقی کنارہ سے گفتگو کی۔ فرمایا: میں تجھ میں اپنے ایسے بندے پیدا کرنے والا ہوں جو میری تسبیح کریں گے، میری کبریائی بیان کریں گے، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھیں گے، میری بزرگی بیان کریں گے تو ان کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا؟

عرض کی: میں ان کے ساتھ تیری تسبیح بیان کروں گا جب وہ تیری تسبیح بیان کریں گے، میں تیری کبریائی بیان کروں گا جب وہ تیری کبریائی بیان کریں گے، جب وہ تیری الوہیت بیان کریں گے تو میں تیری الوہیت بیان کروں گا، میں ان کے ساتھ تیری بزرگی بیان کروں گا جب وہ تیری بزرگی بیان کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے زیور عطا فرمایا اور دونوں کے درمیان رکاوٹ پیدا کر دی۔ ان میں سے ایک سخت کھاری ہو گیا اور دوسرا اپنی اصلی حالت پر میٹھا رہا"۔ ترمذی حکیم ابو عبد اللہ نے اس خبر کا ذکر کیا۔ کہا: صالح بن عبد اللہ نے قاسم عمری سے وہ سہیل سے وہ اپنے باپ سے وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ لَّا يَبْغِيٰنِ۔ قتادہ نے کہا: وہ لوگوں پر بغاوت نہیں کرتے کہ انہیں غرق کر دیں (7)۔ ان دونوں اور لوگوں کے درمیان اس نے خشکی بنا دی ہے۔ ان سے اور مجاہد سے یہ مروی ہے ان میں سے کوئی ایک دوسرے پر بغاوت نہیں کرتا کہ اس پر غالب آ جائے۔ ابن زید نے کہا کہ لَّا يَبْغِيٰنِ کا معنی ہے وہ بغاوت نہیں کرتے کہ ایک دوسرے کو ملیں (8)۔ تقدیر کلام یہ

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 429	2۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 227	3۔ ایضاً
4۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 430-429	5۔ ایضاً	6۔ ایضاً	7۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 430	8۔ ایضاً

ہے مرج البحرین یلتقیان اگر ان کے درمیان رکاوٹ نہ بھی ہوتی تو وہ ملاقات کرنے کے لیے بغاوت نہ کرتے۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: دنیا اور آخرت میں جو آڑ ہے یعنی ان کے درمیان ایک موت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مقدر کیا ہے۔ یہ دنیا کی موت ہے وہ ایک دوسرے پر بغاوت نہیں کریں گے۔ جب اللہ تعالیٰ دنیا کے ختم ہونے کا اذن دے گا تو دونوں سمندر ایک ہو جائیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے: وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝ (الانفطار) سہل بن عبداللہ نے کہا: دو سمندروں سے مراد خیر اور شر کا راستہ ہے، برزخ سے مراد توفیق اور عصمت ہے(1)۔

یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَ الْمَرْجَانُ ۝ یعنی تمہارے لیے پانی سے لؤلؤ اور مرجان نکلتا ہے جس طرح مٹی سے دانہ، بھوسہ اور ریحان نکلتا ہے۔ نافع اور ابو عمرو نے یخرج یاء کے ضمہ اور راء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے(2) یعنی مجہول کا صیغہ پڑھا ہے باقی قراء نے یَخْرُجُ یعنی یاء کے فتحہ اور راء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے کہ لؤلؤ اس کا فاعل ہوگا۔ مِنْهُمَا کے بارے میں کہا: وہ نمکین سے نکلتا ہے میٹھے سمندر سے نہیں نکلتا، کیونکہ عرب دو جنسوں کو جمع کرتے ہیں پھر ان میں سے ایک کے بارے میں خبر دیتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: یامعشر الجن و الانس الم یاتکم رسل منکم (الزمر: 41) رسل انسانوں میں سے ہوتے ہیں جنوں میں سے نہیں ہوتے؛ یہ کلبی اور دوسرے علماء کا قول ہے۔ زجاج نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو ذکر کیا جب ان دونوں میں سے کوئی چیز نکلتی ہے تو گویا وہ دونوں سے نکلتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے: اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۝ وَّ جَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا (نوح) چاند آسمان دنیا میں ہے لیکن سات آسمانوں کا ذکر اجمالاً کیا گویا ان میں سے کسی ایک میں ہے تو سب میں ہے۔ ابو علی فارسی نے کہا: یہ مضاف کے حذف کے باب سے تعلق رکھتا ہے تقدیر کلام یہ ہے من احدھما جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝ (الزخرف) یہ اصل میں من احدی القریتین تھا۔ اخفش سعید نے کہا: ایک قوم کا گمان ہے کہ وہ لؤلؤ میٹھے سمندر سے نکلتا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ دونوں سمندر ہیں ان دونوں میں سے ایک سے لؤلؤ اور دوسرے سے مرجان نکلتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ دونوں آسمان اور زمین کے سمندر ہیں جب آسمان کا پانی سمندر کی سیپی میں گرتا ہے تو موتی بنتا ہے پس وہ دونوں سے نکلنے والا ہوا(3)؛ یہ طبری نے کہا: ثعلبی نے کہا: میرے سامنے ذکر کیا گیا ہے ایک گٹھلی سیپی کے پیٹ میں ہوتی ہے بارش کا قطرہ اس گٹھلی کے بعض تک پہنچتا ہے اور بعض تک نہیں پہنچتا، قطرہ گٹھلی کے جس حصہ تک پہنچتا ہے وہ موتی ہوتا ہے اور باقی ماندہ گٹھلی ہی رہتی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: میٹھا اور نمکین بعض اوقات مل جاتے ہیں تو میٹھا نمکین کو ثمر بار کرنے کا سبب بن جاتا ہے تو موتی کو ان دونوں کی طرف منسوب کیا جس طرح بچے کو مذکر و مؤنث کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اگرچہ مؤنث نے اسے جنا ہوتا ہے: اس وجہ سے یہ قول کیا جاتا ہے کہ موتی نہیں نکلتا مگر ایسی جگہ سے جہاں میٹھا اور نمکین پانی ملتے ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مرجان سے مراد بڑے موتی ہیں: یہ حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور لؤلؤ سے چھوٹے موتیوں کو کہتے ہیں: ان دونوں سے اس کے برعکس بھی مروی ہے یعنی کہ لؤلؤ بڑے موتیوں کو اور مرجان چھوٹے موتیوں کو کہتے

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 430 2۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 229 3۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 431

ہیں؛ یہ ضحاک اور قتادہ کا نقطہ نظر ہے۔ حضرت ابن مسعود اور ابو مالک نے کہا: مرجان سرخ گھونگا ہے۔

وَ لَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَـٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿٢٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٥﴾

''اور اس کے زیر فرمان ہیں وہ جہاز جو سمندروں میں پہاڑوں کی مانند بلند نظر آتے ہیں۔ پس (اے جن وانس) تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''۔

وَ لَهُ الْجَوَارِ جوار سے مراد کشتیاں ہیں(1)۔ الْمُنْشَـٰتُ عام قرأت المنشآت ہے یعنی شین پر زبر ہے۔ قتادہ نے کہا: ایسی مخلوق جو چلنے کے لیے ہو(2)۔ یہ انشا سے ماخوذ ہے۔ مجاہد نے کہا: اس سے مراد ایسی کشتیاں ہیں جن کے بادبان اٹھا دیئے گئے ہوں۔ جب ان کے بادبان نہ اٹھائے جائیں تو وہ منشآت نہیں۔ اخفش نے کہا: اس سے مراد چلنے والی ہیں(3)۔ حدیث میں ہے: حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے ایسی کشتیوں کو دیکھا جن کے بادبان اٹھا دیئے گئے تھے(4) فرمایا: ان کشتیوں کے رب کی قسم! نہ میں نے حضرت عثمان کو قتل کیا اور نہ میں نے ان کے قتل میں مدد کی۔

حمزہ، ابوبکر نے عاصم سے اس سے مختلف روایت نقل کی ہے(5) المنشآت یعنی شین کے کسرہ کے ساتھ ہے مراد المنشآت السیر ہے فعل کی نسبت جو اس طرف کی گئی ہے وہ بطور مجاز ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: جس کے بادبان اٹھا دیئے گئے ہوں جس نے شین کو فتحہ دیا اس نے کہا: مراد ہے المرفوعات الشرع۔ كَالْاَعْلَامِ ﴿٢٤﴾ پہاڑوں کی مانند۔ علم سے مراد طویل پہاڑ ہے۔ کہا: اذا قطعن علما بدا علم انہوں نے جب ایک طویل پہاڑ طے کیا تو دوسرا پہاڑ ظاہر ہو گیا۔ سمندر میں کشتیاں اس طرح ہیں جس طرح خشکی میں پہاڑ ہوتے ہیں۔ سورۂ شوریٰ میں اس کی وضاحت گزر چکی ہے۔ یعقوب نے الجواری وقف میں یاء کے ساتھ پڑھا ہے جب کہ باقی قراء نے یاء کو حذف کیا ہے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٨﴾

''جو کچھ زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گی آپ کے رب کی ذات جو بڑی عظمت و احسان والی ہے۔ پس (اے جن وانس) تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ عَلَيْهَا میں ضمیر الارض کے لیے ہے۔ سورت کے آغاز میں اس کا ذکر ہوا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ الْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ﴿١٠﴾ (الرحمٰن) ایک جملہ یہ بولا جاتا ہے: ھو اکرم من علیھا یہاں علیھا میں ضمیر سے مراد زمین لیتے ہیں اگرچہ اس کا پہلے ذکر نہ ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی فرشتوں نے کہا: اہل زمین ہلاک ہو گئے تو یہ آیت نازل ہوئی: كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (القصص: 88) ملائکہ کو ہلاکت کا یقین ہو گیا؛ یہ مقاتل کا قول ہے۔ مخلوق کے فنا ہونے میں نعمت یہ ہے کہ موت میں سب کو برابر کر دیا اور موت کے ساتھ تمام قدم برابر ہو جاتے ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: نعمت کی صورت یہ ہے کہ موت دار جزا اور دار ثواب کی طرف منتقل ہونے کا سبب ہے۔

1۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 228	2۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 431	3۔ ایضاً	4۔ ایضاً	5۔ ایضاً

وَّ یَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ یعنی اللہ تعالیٰ باقی رہے گا۔ وجہ سے مراد اس کا وجود اور اس کی ذات ہے؛ شاعر نے کہا:

قضی علی خلقه المنایا فکلُّ شیء سواه فانی

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر موتوں کا فیصلہ کر دیا تو اس کے سوا ہر شے فانی ہے۔

یہ وہ تعبیر ہے جسے ہمارے محقق علماء یعنی ابن فورک، ابو معالی اور دوسروں نے اختیار کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: وجہ سے مراد اس کی ذات ہے جس طرح فرمایا: وَّ یَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ۝ (الرحمٰن)

ابو معالی نے کہا: وجہ سے مراد ہمارے ائمہ کے نزدیک وجود باری تعالیٰ ہے۔ ہمارے مشائخ نے اسے ہی پسند کیا ہے اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: وَّ یَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ جب مخلوق کو فنا پر پیش کیا جائے تو بقا سے موصوف اللہ تعالیٰ کا وجود ہو گا۔ سورۂ بقرہ میں یہ بحث فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (البقرہ: 115) میں گزر چکی ہے۔ ہم نے اسے کتاب الاسنیٰ میں مفصل ذکر کر دیا ہے۔ قشیری نے کہا: ایک قوم کا نقطہ نظر ہے یہ ذات پر زائد صفت ہے جس کی کیفیت بیان نہیں کی جا سکتی۔ اللہ تعالیٰ جسے اکرام سے نوازنے کا ارادہ کرتا ہے اس پر توجہ اسی صفت سے حاصل ہوتی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ وَجْهُ سے مراد اس کا وجود اور اس کی ذات ہے یہ جملہ بولا جاتا ہے: هذا وجه الامر وجه الصواب وعین الصواب ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کا ظہور اس کے ادلہ کے ساتھ باقی رہے گا جس طرح انسان کا ظہور اس کے چہرے کے ذریعے ہوتا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ جہت باقی رہے گی جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے گا۔ ذُو الْجَلٰلِ جلال سے مراد اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی کبریائی ہے اور صفات مدح کا مستحق ہونا ہے یہ کہا جاتا ہے: جل الشیء یعنی چیز عظیم ہو گئی أجللته میں نے اس کی عظمت کو بیان کیا۔ اجلال یہ جل کا اسم ہے۔ وَ الْاِكْرَامِ وہ اس کا اہل ہے کہ اس کی ان چیزوں سے عظمت بیان کی جائے جو اس کے مناسب نہ ہو جیسے شرک جس طرح تو کہتا ہے: أنا أکرمك عن هذا اس معنی میں اکرام الانبیاء والاولیاء کا لفظ ہے۔ ہم نے ان دونوں اسماء کے بارے میں کتاب الاسنیٰ میں مفصل بحث کی ہے۔

حضرت انس نے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ألظوا بیاذا الجلال والإکرام یا ذا الجلال والاکرام کے ساتھ دعا کو لازم پکڑو (1)۔ یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ یہ حضرت ابن مسعود کا قول ہے معنی ہے دعا میں اسے لازم پکڑو۔ ابو عبید نے کہا: الظاظ کا معنی شے کو لازم پکڑنا ہے اور اس پر ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے: الظاظ کا معنی اصرار کرنا ہے۔ سعید بن مقبری سے مروی ہے: ایک آدمی نے اصرار کیا وہ کہنے لگا اللھم یا ذا الجلال والاکرام اللھم یا ذا الجلال والاکرام نور سے ندا کی گئی میں نے سن لیا ہے تیری کیا حاجت ہے؟

یَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ كُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

1۔ المستدرک علی الصحیحین، کتاب الادعاء والتکبیر والتھلیل، جلد 1، صفحہ 676، حدیث 1836

جامع ترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی جامع الدعوات عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث نمبر 3447، ضیاء القرآن پبلی کیشنز

''مانگ رہے ہیں اس سے (اپنی حاجتیں) سب آسمان والے اور زمین والے ہر روز وہ ایک نئی شان سے تجلی فرماتا ہے۔ پس (اے جن وانس) تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''۔

یَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ایک قول یہ کیا گیا ہے: آسمانوں میں جو ہے وہ رحمت کا سوال کرتا ہے اور زمین میں جو کوئی ہے وہ رزق کا سوال کرتا ہے۔ حضرت ابن عباس اور ابوصالح نے کہا: اہل آسمان مغفرت کا سوال کرتے ہیں وہ رزق کا سوال نہیں کرتے اور اہل زمین دونوں چیزوں کا سوال کرتے ہیں۔ ابن جریج نے کہا: ملائکہ اہل زمین کے لیے رزق کا سوال کرتے ہیں۔ دونوں سوال اہل زمین کے لیے ہیں وہ سوال آسمان والوں کی جانب سے ہو یا اہل زمین کی جانب سے ہو۔ حدیث میں ہے: ''فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جس کے چار چہرے ہیں ایک چہرہ انسان کے چہرہ کی طرح ہے وہ اللہ تعالیٰ سے انسانوں کے لیے رزق کا سوال کرتا ہے، ایک چہرہ شیر کے چہرے جیسا ہے وہ درندوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے رزق کا سوال کرتا ہے، ایک چہرہ بیل کے چہرے جیسا ہے جو چوپاؤں کے لیے رزق کا سوال کرتا ہے ایک چہرہ گدھ کے چہرے جیسا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے پرندوں کے لیے رزق کا سوال کرتا ہے''۔ ابن عطا نے کہا: انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عبادت پر قوت کا سوال کیا۔ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ ﴿۲۹﴾ یہ نئی کلام ہے كُلَّ يَوْمٍ کو فِیْ شَاْنٍ یا سوال کی ظرف کے طور پر منصوب ہے پھر نئی کلام کی هُوَ فِیْ شَاْنٍ۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ ''كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ سے مراد ہے اس کی یہ شان ہے کہ وہ گناہ بخش دیتا ہے، تکلیفوں کا دور کرتا ہے، ایک قوم کو عزت سے نوازتا ہے اور دوسروں کو پست کرتا ہے'' (1)۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے فرمان: كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ کا یہ معنی نقل کیا ہے ''وہ گناہ بخش دیتا ہے، وہ مصیبت کو دور کرتا ہے اور دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہے'' (2)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کی شان یہ ہے کہ وہ زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے، وہ عزت دیتا ہے اور ذلت دیتا ہے، وہ رزق دیتا ہے اور رزق روک لیتا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا: دنیا و آخرت میں اس کی شان کا ارادہ کیا۔ ابن بحر نے کہا: تمام زمانہ دو دن ہیں ان دونوں میں سے ایک دنیا کے ایام کی مدت ہے اور دوسرا یوم قیامت ہے (3)، دنیا کے دنوں میں اس کی شان (اس کا عمل) یہ ہے آزمانا، امر و نہی کے ساتھ امتحان لینا، زندہ کرنا، موت دینا، عطا کرنا اور روک لینا، قیامت کے دن اس کا یہ کام ہوگا جزا دینا، حساب کرنا، ثواب دینا اور عذاب دینا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد ہے دنیا کے دنوں میں سے ہر دن میں اپنے عمل کے بارے میں خبر دینا۔ یہ تو ظاہر ہے۔ لغت میں شان سے مراد عظیم کام ہے۔ اس کی جمع شئون ہے یہاں شَاْنٍ سے مراد جمع ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا (غافر: 67) کلبی نے کہا: اس کا عمل یہ ہے مقادیر کو ان کے اوقات کی طرف لے جاتا ہے۔ عمرو بن

1۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 36، سورۂ رحمٰن، کل یوم هو فی شان، حدیث 1102۔

ایضاً سنن ابن ماجہ، باب فی ما انکرت الجهمية، حدیث 197، ضیاء القرآن پبلی کیشنز

2۔ تفسیر طبری، جز 27، صفحہ 157 3۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 432

میمون نے اللہ تعالیٰ کے فرمان كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ کے بارے میں فرمایا: اس کا عمل یہ ہے وہ زندہ کو موت دیتا ہے، رحموں میں جو چاہتا ہے اسے قرار دیتا ہے، ذلیل کو عزت دیتا ہے اور عزیز کو ذلت دیتا ہے۔ ایک امیر نے وزیر سے اللہ تعالیٰ کے فرمان كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ کے بارے میں سوال کیا تو وہ اس کا معنی نہیں پہچانتا وزیر نے کل تک مہلت مانگی پریشان ہو کر گھر کی طرف چلا گیا۔ اس کے حبشی غلام نے پوچھا: کیا معاملہ ہے؟ وزیر نے اسے بتایا۔ غلام نے اسے کہا: امیر کے پاس واپس جایئے میں اس کے سامنے اس کی وضاحت کروں گا۔ بادشاہ نے اسے بلا لیا عرض کی: اے امیر! اس کا عمل یہ ہے وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے، بیمار کو شفا دیتا ہے اور صحت مند کو مریض کر دیتا ہے، آسودہ کو آزماتا ہے اور مصیبت زدہ کو عافیت عطا کرتا ہے، ذلیل کو عزت دیتا ہے اور عزیز کو ذلت دیتا ہے، غنی کو فقیر کرتا ہے اور فقیر کو غنی کرتا ہے۔ امیر نے اس سے کہا: تو نے میری تکلیف کو رفع کیا اللہ تعالیٰ تیری تکلیف کو رفع فرمائے۔ پھر امیر نے وزیر کی خلعت اتارنے کا حکم دیا اور غلام کو پہنا دی۔ اس نے عرض کی: اے میرے آقا! یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔

حضرت عبداللہ بن طاہر سے مروی ہے اس نے حسین بن فضل کو بلایا اسے کہا: تین آیات ایسی ہیں جنہوں نے مجھے پریشان کر دیا ہے میں نے تجھے بلایا ہے تاکہ تو میرے لیے ان کی وضاحت کر دے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَأَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ۝ (المائدہ) یہ بات ثابت ہے کہ ندم توبہ ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (الرحمٰن: 29) یہ صحیح ہے کہ قلم اس بارے میں خشک ہو چکا ہے جو قیامت تک ہونا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ (النجم) یہ کئی گنا کا کیا مفہوم ہے؟ حسین بن فضل نے جواب دیا: یہ جائز ہے کہ اس امت میں شرمندگی توبہ نہ ہو اور اس امت میں شرمندگی توبہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو ایسے خصائص کے ساتھ خاص کیا ہے جن میں دوسری امتیں شریک نہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: قابیل کا شرمندہ ہونا ہابیل کے قتل پر نہ تھا بلکہ اس کے اٹھانے پر شرمندہ ہوا تھا۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اس فرمان كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ کا تعلق ہے وہ ایسے امور ہیں جن کو وہ ظاہر فرماتا ہے وہ ایسے امور نہیں جن کا وہ آغاز کرتا ہے، جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا تعلق ہے وَ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ اس کا معنی ہے عدل کے اعتبار سے تو اس کے لیے وہی کچھ ہے جس کی وہ کوشش کرے اور میری یہ شان ہے کہ میں ایک کے بدلہ میں بطور فضل ہزار دوں۔ عبداللہ اٹھا اس کے سر کو چوما اور اس کے لیے خراج میں سے وظیفہ جائز قرار دیا۔

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

''ہم عنقریت توجہ فرمائیں گے تمہاری طرف اے جن وانس! پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

اے گروہ جن وانس! اگر تم میں طاقت ہے کہ تم نکل بھاگو آسمانوں اور زمین کی سرحدوں سے تو نکل کر بھاگ جاؤ (سنو) تم نہیں نکل سکتے بجز سلطان کے (اور وہ تم میں مفقود ہے)۔ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ بھیجا جائے گا تم پر آگ کا شعلہ اور دھواں پھر تم اپنا بچاؤ بھی نہ کر سکو گے۔ پس (اے جن وانس) تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے"۔

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ۝ یوں کہا جاتا ہے: فرغتُ من الشغل أفرغ فروغا وفرغا تفرغت لكذا واستفرغت مجهودى فى كذا میں نے اپنی کوششیں خرچ کیں۔ الله تعالیٰ کا کوئی ایسا کام نہیں جس سے فارغ ہو۔ اس کا معنی ہے ہم تمہیں جزا دینے اور تمہارا حساب لینے کا ارادہ کرتے ہیں۔ یہ ان کے لیے دھمکی ہے جس طرح جب کوئی دھمکی کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے: اذا أتفرغ لك یعنی میں تیرا قصد کرتا ہوں۔ فرغ قصد کے معنی میں ہے۔ ابن انباری نے اس کی مثل معاملہ میں پڑھا:

أَلَانَ وَقَدْ فَرَغْتُ إِلَى نُمَيْرٍ (1)

خبردار! اب میں نے نمیر کا قصد کیا۔

نحاس نے کہا: فَرَغْتُ إِلَى الْعَبْدِ الْمُقَيَّدِ فِي الْحِجْلِ

میں نے بیڑی میں قید غلام کا قصد کیا۔

حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لیلۃ العقبہ کو انصار سے بیعت لی شیطان نے چیخ ماری: یاهل الحجاب! هذا مذمم يبايع بنى قيلة على حربكم اے منیٰ میں مقیم لوگو! یہ مذمم (نعوذ باللہ) تمہارے خلاف جنگ کرنے کے لیے بنی قیلہ سے بیعت لے رہا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "یہ عقبہ کا شیطان ہے خبردار! اللہ کی قسم! اے اللہ کے دشمن! لاتفرغن لك میں تیرے معاملہ کو باطل کرنے کا قصد کرتا ہوں" (2)۔ یہ قتبی، کسائی اور دوسرے علماء کا پسندیدہ نقطہ نظر ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اختیار کرنے پر وعدہ کیا اور فجور پر دھمکی دی، پھر فرمایا: سَنَفْرُغُ لَكُمْ ہم نے تم سے جو وعدہ کیا ہے اس کا قصد کریں گے اور جس سے ہم نے جو وعدہ کیا ہوگا ہر ایک تک وہ پہنچائیں گے یعنی میں اسے تقسیم کرتا ہوں اور اس سے فارغ ہوتا ہوں؛ یہ حسن بصری، مقاتل اور ابن زید کا قول ہے۔ حضرت عبداللہ اور حضرت ابی نے سنفرع الیکم پڑھا ہے۔ اعمش اور ابراہیم نے اسے سیفرغ لکم پڑھا ہے یاء پر ضمہ اور راء پر فتحہ ہے یہ مجہول کا صیغہ ہے۔ ابن شہاب اور اعرج نے سنفرغ لکم پڑھا ہے یعنی نون اور راء مفتوح ہے۔ کسائی نے کہا: یہ تمیم کی لغت ہے وہ کہتے فرغ یفرَغ اور فرغ یفرُغ بھی حکایت کیا ہے دونوں کو ہبیرہ نے حفص سے انہوں نے عاصم سے روایت کیا ہے۔ جعفی نے ابو عمرو سے سیفرغ یاء اور راء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابن ہرمز سے بھی روایت کی گئی ہے۔ عیسیٰ ثقفی سے سنفرغ لکم یعنی نون کے کسرہ اور راء کے فتحہ کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔ حمزہ اور کسائی نے سیفرغ لکم یاء کے ساتھ پڑھا ہے باقی قراء نے نون کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہ تہامہ کی لغت ہے۔ ثقلان سے مراد جن وانس ہے۔ ان دونوں کو یہ نام اس لیے دیا گیا ہے کیونکہ زمین میں جو بھی مخلوق

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 434 2۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 229

ہے ان کی بنسبت ان دونوں کو عظمت شان حاصل ہے کیونکہ انہیں احکام کا مکلف بنایا گیا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: انہیں یہ نام اس لیے دیا گیا ہے کیونکہ یہ زندہ اور مردہ حالت میں زمین پر بوجھ ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝ (الزلزال) اس معنی میں ان کا قول ہے أعطه ثقلہ ثقل کا معنی وزن ہے۔ بعض اہل معانی نے کہا: ہر شی جس کی قدر اور وزن ہو جس میں مقابلہ کیا جاتا ہو تو وہ ثقل ہوتا ہے اس وجہ سے شترمرغ کے انڈے کو ثقل کہتے ہیں کیونکہ اس کو پانے والا اور اس کو شکار کرنے والا جب اسے حاصل کر لیتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔

امام جعفر صادق نے کہا: دونوں کو ثقلین کہا گیا کیونکہ دونوں گناہوں کی وجہ سے بوجھل ہوتے ہیں (1) فرمایا: سنفرغ لکم، کم ضمیر کو جمع ذکر کیا پھر فرمایا: اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ کیونکہ دونوں فریق ہیں اور ہر فریق جمع ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ، ان استطعتما نہیں فرمایا کیونکہ یہ دونوں ایسے فریق ہیں جو جمع کی حالت میں ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ۝ (النمل) اور ارشاد ہے: هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ (الحج: 19) اگر ارشاد ہوتا سنفرغ لکما اور استطعتما تو یہ بھی جائز ہوتا۔ اہل شام نے پڑھا أیة الثقلان ھاء کو ضمہ دیا باقی قراء نے اسے فتحہ دیا ہے۔ یہ بحث پہلے گزر چکی ہے۔

مسئلہ: یہ سورت، احقاف اور قل اوحی اس امر پر دلیل ہیں کہ جن مخاطب ہیں مکلف ہیں، مامور ہیں، منہی ہیں انہیں ثواب دیا جائے گا، انہیں سزا دی جائے گی، وہ انسانوں کے برابر ہیں، ان کا مومن انسانوں کے مومن کی طرح ہے، ان کا کافر انسانوں کے کافر کی طرح ہے، ہمارے اور ان کے درمیان کسی قسم کا فرق نہیں۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ابن مبارک نے ذکر کیا ہے کہ ہمیں جویبر نے ضحاک سے ذکر کیا ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کو حکم دے گا تو وہ اپنے مکینوں کے ساتھ پھٹ جائے گا اس کے فرشتے اس کی اطراف میں چلے جائیں گے یہاں تک کہ ان کا رب انہیں حکم دے گا تو وہ زمین کی طرف اتریں گے وہ زمین اور اہل زمین کو گھیر لیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کے قریبی آسمان کو حکم دے گا وہ اتریں گے تو پہلی صف کے پیچھے صف میں کھڑے ہو جائیں گے پھر تیسرے آسمان پھر چوتھے پھر پانچویں پھر چھٹے پھر ساتویں آسمان کو حکم دے گا، پھر بلند ترین مرتبہ والا فرشتہ اترے گا جو بڑے جاہ و جلال میں ہوگا اس کی بائیں جانب جہنم ہوگی لوگ اس کی خوفناک آواز کو سنیں گے وہ زمین کی کسی طرف میں نہیں آئیں گے مگر وہاں فرشتوں کی صفیں پائیں گے اللہ تعالیٰ کے فرمان: يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝ کا یہی مطلب ہے۔ سلطان کا معنی عذر ہے۔ ضحاک نے بھی یہ کہا: اس اثناء میں کہ لوگ بازاروں میں ہوں گے آسمان کھل جائے گا، فرشتے اتریں گے جن اور انسان بھاگیں گے فرشتے انہیں گھیر لیں گے اللہ تعالیٰ کے فرمان: لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ سے یہی مراد ہے۔

میں کہتا ہوں: اس تاویل کی بنا پر یہ اس دنیا میں ہوگا۔ ابن مبارک نے جو ذکر کیا ہے وہ آخرت میں ہوگا۔ ضحاک سے یہ

1۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 230

بھی مروی ہے: اگر تم طاقت رکھتے ہو تو موت سے بھاگ کر بھاگ جاؤ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر تم طاقت رکھتے ہو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسے جانو تو اسے جان لو(1)۔ تم ہرگز نہیں جان سکو گے مگر الله تعالیٰ کی جانب سے بینہ کے ساتھ۔ ان سے یہ بھی مروی ہے کہ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ کا معنی ہے مجھے تم پر جو غلبہ اور قدرت ہے اس وجہ سے تم نہ نکل سکو گے۔ قتادہ نے کہا: تم ملک کے بغیر نہیں نکل سکو گے جب کہ تمہارے لیے کوئی ملک نہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مراد ہے لا تنفذون إلا إلى سلطان اس میں باء، الی کے معنی میں ہے جس طرح الله تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ قَدْ اَحْسَنَ بِیْۤ (یوسف: 100) یہاں بی، الی کے معنی میں ہے؛ شاعر نے کہا:

أسیئی بنا أو أحسنی لا ملومة اس میں بنا، إلینا کے معنی میں ہے۔ ہمارے ساتھ برا سلوک کر یا اچھا سلوک کر کوئی ملامت نہ ہوگی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: فانفذوا عجز بیان کرنے کے لیے امر کا صیغہ ذکر کیا گیا(2)۔

یُرْسَلُ عَلَیْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ﳔ وَّ نُحَاسٌ اگر تم نکلتے تو تم پر آگ کا شعلہ بھیجا جاتا اور تمہیں ایسا عذاب اپنی گرفت میں لے لیتا جو باہر نکلنے سے مانع ہوتا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کلام کا تعلق باہر نکلنے سے نہیں بلکہ یہ خبر دی کہ وہ نافرمانوں کو آگ کے ساتھ عذاب دے گا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مراد ہے تم نے اپنے رب کی نعمتوں کو جھٹلایا تو وہ تم پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑ دے گا یہ اس تکذیب کی سزا ہوگی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مخلوقات کو فرشتوں کے ساتھ اور آگ کی زبان کے ساتھ گھیر لیا جائے گا پھر انہیں ندا کی جائے گی: یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ وہ آگ الله تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: یُرْسَلُ عَلَیْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ حضرت ابن عباس اور دوسرے علماء کے نزدیک شواظ سے مراد ایسا شعلہ ہے جس میں دھواں نہ ہو۔ نحاس سے مراد ایسا دھواں جس میں شعلہ نہ ہو۔ اس معنی میں امیہ بن ابی صلت کا قول ہے وہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ہجو کرتا ہے تفسیر ثعلبی اور ماوردی بن ابی صلت میں ہے صحاح میں ہے اور ابن انباری کی الوقف والابتداء میں ہے امیہ بن خلف نے کہا:

ویَنْفُخُ دَائِبًا لَهَبَ الشُّوَاظِ

وہ ہمیشہ شعلوں کو پھونکے مارتا تھا۔

حضرت حسان بن ثابت نے اسے جواب دیا۔

هَجَوْتُكَ فَاخْتَضَعْتَ لها بِذُلٍّ بِقَافِيَةٍ تَأَجَّجُ كَالشُّوَاظِ(3)

میں نے تیری ایسے اشعار سے ہجو کی جو شعلہ کی طرح بھڑک رہا ہے اور تو اس کے سامنے عاجزی کے ساتھ سر جھکا گیا۔

مجاہد نے کہا: شواظ سے مراد سبز شعلہ ہے جو آگ سے منقطع ہو جاتا ہے(4)۔ ضحاک نے کہا: ایسا دھواں جو شعلہ سے نکلتا ہے یہ لکڑی کا دھواں نہیں(5)؛ یہ سعید بن جبیر نے کہا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: شُوَاظٌ سے مراد آگ اور دھواں ہے؛ یہ ابو عمرو کا قول ہے۔ اخفش نے اسے بعض عربوں سے بیان کیا ہے۔ ابن کثیر نے شِواظ پڑھا ہے(6) باقی قراء نے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہ دونوں لغتیں ہیں جس طرح صِوار اور صُوار گائیوں کے ریوڑ کو کہتے ہیں۔

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 434 2۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 230 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 231 6۔ ایضاً

وَّنُحَاسٌ عام قرأت وَّنُحَاسٌ ہے اس کا عطف شُوَاظٌ پر ہے۔ ابن کثیر، ابن محیصن، مجاہد اور ابو عمرو نے ونحاسٍ جر کے ساتھ پڑھا ہے اس کا عطف النار پر ہے۔ مہدوی نے کہا: جس نے شُوَاظٌ کا معنی ایسا شعلہ لیا ہے جس میں دھواں نہیں ہوتا تو وہ بہت ہی بعید ہے یہ اس وقت تک جائز نہیں ہوتا جب تک موصوف کو حذف نہ کیا جائے، گویا کہا: یرسل علیکما شواظ من نار وشیء من نحاس پس شیء کا لفظ شواظ پر معطوف ہے یہ ایسا جملہ ہے جو شیء کی صفت ہے اور شیء کو حذف کر دیا گیا اور من کو حذف کیا گیا ہے کیونکہ اس کا ذکر فی نار میں گزر چکا ہے جس طرح علی ان کے قول میں محذوف ہے من تنزل انزل علیہ اس تعبیر کی بنا پر نحاس من محذوف کی وجہ سے مجرور ہوگا۔ مجاہد، حمید، عکرمہ اور ابو عالیہ نے ونحاس پڑھا ہے۔ یہ دونوں لغتیں ہیں جس طرح شِواظ اور شُواظ۔ نحاس کا معنی طبیعت اور اصل بھی ہے یہ جملہ بولا جاتا ہے: فلان کریم النحاس اسی طرح نُحاس بھی ہے یعنی وہ اچھے حسب والا ہے۔

مسلم بن جندب نے ونَحْسٌ پڑھا ہے (1)۔ حنظلہ بن مرہ بن نعمان انصاری نے ونحس، نار پر عطف کرتے ہوئے پڑھا ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ نحاس کسرہ کے ساتھ ہو یہ نَحِس کی جمع ہے جس طرح صَعب و صِعَاب ہے ونحسٌ رفع کے ساتھ شواظ پر معطوف ہے۔ حضرت حسن بصری سے ونُحُس ہے یہ نَحس کی جمع ہے۔ یہ بھی جائز ہے اس کی اصل ونحوس ہو اس کی واؤ کو حذف کر کے قصر کا قاعدہ جاری کیا گیا جس طرح پہلے گزر چکا ہے وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ۞ (النحل)

عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ نے ونَحُسُّ پڑھا ہے نون مفتوح ہے حاء مضموم ہے اور سین مشدد ہے یہ حس یحس حساسے مشتق ہے جب وہ اسے جڑ سے اکھیڑ دے اس معنی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ (آل عمران: 152) ہم عذاب کے ساتھ قتل کریں گے۔ پہلی قرأت کی بنا پر ونحاس وہ پگھلا ہوا تانبا ہے جو ان کے سروں پر بہایا جائے گا؛ یہ مجاہد اور قتادہ کا قول ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سعید بن جبیر سے یہ مروی ہے کہ نحاس سے مراد ایسا دھواں ہے جس میں شعلہ نہیں ہوتا۔ خلیل کے قول کا یہی معنی ہے کلام عرب میں یہ اسی معنی کے ساتھ معروف ہے۔ نابغہ بن جعدہ نے کہا:

يُضِيئُ كَضَوءِ سِرَاجِ السَّلِيطِ يَجْعَلِ اللهُ فيه نُحَاسَا(2)

وہ تلوں کے تیل کے چراغ کی طرح روشنی دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس میں دھواں نہیں بنایا۔

اصمعی نے کہا: میں نے ایک بدو کو کہتے ہوئے سنا سلیط شام میں تلوں کے تیل کو کہتے ہیں اس میں دھواں نہیں ہوتا۔

مقاتل نے کہا: یہ پگھلے ہوئے تانبے کے پانچ دریا ہوں گے جو عرش کے نیچے سے جہنمیوں کے سروں پر بہہ رہے ہوں گے تین دریا رات کے برابر اور دو دریا دن کے برابر ہوں گے۔ حضرت ابن مسعود نے کہا: نحاس سے مراد سفید تانبا ہے۔ ضحاک نے کہا: ابالے گئے تیل کی تلچھٹ ہے۔

کسائی نے کہا: مراد ایسی آگ ہے جس پر سخت ہوا چل رہی ہوگی۔ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ۞ یعنی وہ ایک دوسرے کی مدد نہیں

1۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 231 2۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 435

کریں گے مراد جن وانس ہیں۔

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿۳۷﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۸﴾
فَیَوْمَىِٕذٍ لَّا یُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّ لَا جَآنٌّ ﴿۳۹﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۰﴾

''پھر جب پھٹ جائے گا آسمان تو سرخ ہو جائے گا جیسے رنگا ہوا سرخ چمڑا۔ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ تو اس روز کسی انسان اور جن سے اس کے گناہ کے بارے میں نہ پوچھا جائے گا۔ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''۔

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ قیامت کے روز جب آسمان پھٹ جائے گا۔ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿۳۷﴾ الدھان سے مراد تیل ہے، یہ مجاہد، ضحاک اور دوسرے علماء سے مروی ہے معنی ہو گا وہ صاف تیل کی طرح ہو جائے گا۔ اس تعبیر کی بنا پر دھان، دھن کی جمع ہو گا۔ سعید بن جبیر اور قتادہ نے کہا: معنی ہے وہ سرخ ہو گا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ گلاب کی طرح سرخ اور تیل کی طرح جاری ہو گا، یعنی پھٹنے کے ساتھ پگھل جائے گا یہاں تک کہ جہنم کی آگ کی گرمی سے سرخ ہو جائے گا اور اپنی نرمی اور پگھلنے کی وجہ سے تیل کی طرح ہو جائے گا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: الدھان سے مراد سرخ جلد ہے (1)؛ ابو عبید اور فراء نے یہ ذکر کیا ہے یعنی آسمان آگ کی گرمی کی شدت کی وجہ سے چمڑے کی طرح سرخ ہو جائے گا۔ حضرت ابن عباس نے کہا: وہ سرخ گھوڑے کی طرح ہو جائے گا۔ کمیت گھوڑے کو ورد کہتے ہیں جب وہ مختلف رنگ اختیار کرے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: فرس وردہ موسم بہار میں کمیت أصفر (زرد) ہوتا ہے (2) موسم سرما کے آغاز میں کمیت احمر (سرخ) ہوتا ہے جب موسم سرما سخت ہو جائے تو وہ کمیت اغبر (مٹیالا) ہوتا ہے۔ فراء نے کہا: فرس وردیہ کا ارادہ کیا۔ یہ گھوڑا موسم بہار میں زردی مائل سرخ ہوتا ہے جب سردی سخت ہوتی ہے تو گلابی سرخ ہوتا ہے اور جب اس کے بعد کا موسم ہوتا ہے تو وہ مٹیالا گلابی ہوتا ہے۔ آسمان کے مختلف رنگوں کے اپنانے کو گلابی گھوڑے کو رنگ بدلنے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ حضرت حسن بصری نے کہا: كَالدِّهَانِ کا معنی ہے وہ تیل انڈیلنے کی طرح ہو گا کیونکہ جب تو اسے انڈیلتا ہے تو تو اس میں مختلف رنگ دیکھتا ہے۔ زید بن اسلم نے کہا: معنی ہے وہ تیل کی تلچھٹ کی طرح ہو گا۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: معنی ہے وہ گزرے گا اور آئے گا۔ زجاج نے کہا: واء، راء اور دال یعنی ''ورد'' کا اصل معنی آنا ہے یہ اس کے قریب ہے جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ وردہ گھوڑے کے رنگ بدلتے ہیں۔ قتادہ نے کہا: آج وہ سبز ہے عنقریب اس کا رنگ سرخ ہو گا؛ یہ ثعلبی نے حکایت بیان کی ہے۔ ماوردی نے کہا: متقدمین نے گمان کیا ہے آسمان کا اصل رنگ سرخ ہے زیادہ رکاوٹوں اور مسافت کی دوری کی وجہ سے اس کا رنگ نیلا دکھائی دیتا ہے (3)۔ لوگوں نے اسے بدن کی رگوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے یہ خون کی سرخی کی طرح سرخ ہوتی ہیں رکاوٹ کی وجہ سے نیلی دکھائی دیتی ہیں۔ اگر یہ صحیح ہو تو آسمان قیامت کے روز دیکھنے والوں کے قریب ہونے اور رکاوٹوں کے اٹھ جانے کی وجہ سے سرخ دکھائی دے گا کیونکہ یہی اس کا

1۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 231 2۔ ایضاً 3۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 438

اصل رنگ ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّ لَا جَآنٌّ ﴿۳۹﴾ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے وَ لَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾ (القصص) قیامت کے کئی مقامات ہیں کیونکہ وہ دن لمبا ہوگا بعض مقامات پر اس سے سوال کیا جائے گا اور بعض مواقع پر سوال نہیں کیا جائے گا؛ یہ عکرمہ کا قول ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: معنی ہے جب وہ جہنم میں قرار پذیر ہو جائیں گے تو ان سے سوال نہیں کیا جائے گا۔ حضرت حسن بصری اور قتادہ نے کہا: ان سے گناہوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے گناہوں کو ان پر محفوظ کر رکھا ہے اور فرشتوں نے انہیں لکھ رکھا ہے؛ عوفی نے اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ اور حضرت حسن بصری اور مجاہد سے بھی یہ نقل کیا ہے (1): معنی ہے فرشتے ان کے بارے میں نہیں پوچھیں گے کیونکہ وہ انہیں ان کے چہروں سے پہچانتے ہیں اس کی دلیل مابعد کلام ہے؛ یہ قول مجاہد کے ذریعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ان سے اس آیت فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۲﴾ (الحجر) اس آیت فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّ لَا جَآنٌّ ﴿۳۹﴾ کی تفسیر میں بھی مروی ہے وہ ان سے نہیں پوچھے گا تا کہ انہیں پہچانے کیونکہ وہ ان کے بارے میں ان کی نسبت زیادہ جانتا ہے بلکہ وہ ان سے سوال کرے گا: تم نے یہ عمل کیوں کیا؟ یہ سوال شرمندہ کرنے کے لیے ہوگا۔

ابو العالیہ نے کہا: غیر مجرم سے مجرم کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔ قتادہ نے کہا: پہلے سوال ہوگا پھر لوگوں کے مونہوں پر مہر لگا دی جائے گی اور اعضاء ان کے اوپر گواہ کے طور پر کلام کریں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اس میں ہے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ بندے سے ملاقات کرے گا اور فرمائے گا: اے فلاں! کیا میں نے تجھے معزز نہیں بنایا، تجھے سردار نہیں بنایا، میں نے تیری شادی نہیں کی، میں نے تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کیے اور میں نے تجھے نہیں چھوڑا کہ تو سردار بنے اور اپنی قوم سے چوتھا حصہ وصول کرے۔ بندہ عرض کرے گا: کیوں نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تو گمان رکھتا تھا کہ تو مجھ سے ملاقات کرنے والا ہے؟ وہ عرض کرے گا: نہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تو میں تجھ کو بھلاتا ہوں جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا ہے۔ پھر دوسرے سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی مثل ارشاد فرمائے گا، پھر تیسرے سے ملاقات کرے گا تو اسے اسی طرح ارشاد فرمائے گا۔ وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں تجھ پر، تیری کتاب پر اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا تھا۔ میں نے نمازیں پڑھتیں، میں نے روزے رکھے، میں نے صدقہ کیا اور جس قدر وہ طاقت رکھے گا اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے گا۔ وہ کہے گا: ھاھنا اذا پھر اسے کہا جائے گا: اب ہم اپنا گواہ تجھ پر بھیجتے ہیں۔ وہ دل میں سوچے گا وہ کون ہے جو مجھ پر گواہی دے گا؟ اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی۔ اس کی ران، اس کے گوشت اور اس کی ہڈیوں کو کہا جائے گا: تو بول۔ تو اس کی ران، اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں اس کے عمل کے بارے میں بولیں گی۔ یہ اس لیے ہوگا کہ وہ جان لے کہ وہ خود گناہوں کی وجہ سے اس کا مستحق بنا ہے وہی منافق ہے یہ وہی شخص ہے جس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہے'' (2)۔ یہ حدیث حم السجدہ وغیرہ میں گزر چکی ہے۔

1۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 232 2۔ صحیح مسلم، کتاب الزھد، فصل فی بیان أن الاعضاء منطقة شاھدة یوم القیامة، جلد 5، صفحہ 436

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَ الْاَقْدَامِ ۝۴۱ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۴۲ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝۴۳ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ۝۴۴ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۴۵

''پہچان لیے جائیں گے مجرم اپنے چہروں سے تو انہیں پکڑ لیا جائے گا پیشانی کے بالوں اور ٹانگوں سے۔ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ یہی وہ جہنم ہے جسے جھٹلایا کرتے تھے مجرم۔ وہ گردش کرتے رہیں گے جہنم اور گرم کھولتے ہوئے پانی کے درمیان جو از حد گرم ہوگا۔ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''۔

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ حضرت حسن بصری نے کہا: چہرے کی سیاہی اور آنکھوں کی زردی (1)۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ نَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ۝ (طٰہٰ) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ (آل عمران: 106)

فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَ الْاَقْدَامِ ۝۴۱ یعنی فرشتے ان کی پیشانیوں کو پکڑ لیں گے یعنی ان کے سروں کے اگلے حصہ کے بالوں اور ان کے قدموں سے پکڑ لیں گے اور انہیں جہنم میں پھینک دیں گے۔ نواصی، ناصیہ کی جمع ہے۔ ضحاک نے کہا: اس کی پیشانی اور اس کے قدموں کو اس کی پشت کے پیچھے ایک زنجیر میں جمع کر دیا جائے گا۔ ان سے یہ بھی مروی ہے: آدمی کی دونوں ٹانگوں کو پکڑا جائے گا اور ان دونوں اور اس کی پیشانی کو جمع کیا جائے گا یہاں تک کہ اس کی کمر ٹوٹ جائے گی، پھر اسے آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ معاملہ اس کے ساتھ اس لیے کیا جائے گا تا کہ وہ اس کے عذاب کے لیے شدید ہو اور اس کے بھوننے میں زیادہ کردار کرے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: فرشتے انہیں منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جائیں گے کبھی اس کی پیشانی پکڑیں گے اور اسے منہ کے بل گھسیٹیں گے اور کبھی ان کے قدم پکڑیں گے اور اسے سر کے بل گھسیٹیں گے۔

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝۴۳ انہیں کہا جائے گا: یہ وہ آگ ہے جس کے بارے میں تمہیں خبر دی گئی اور تم نے اس کو جھٹلایا۔ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ۝۴۴ قتادہ نے کہا: وہ گردش کر رہے ہوں گے کبھی جحیم اور کبھی حمیم کے درمیان۔ جحیم کا معنی آگ ہے اور حَمِيْم کا معنی شراب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان: آن میں تین توجیہیں ہیں (۱) جس کی گرمائش انتہا کو پہنچی ہوئی ہو؛ یہ حضرت ابن عباس، سعید بن جبیر اور سدی کا قول ہے۔ قتادہ نے کہا: اٰنٍ سے مراد ہے اسے پکایا گیا ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ وہ ارشاد فرماتا ہے: جب وہ آگ سے پناہ طلب کریں گے تو ان کی مدد اس سے کی جائے گی۔ کعب نے کہا: اٰنٍ جہنم کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے جس میں جہنمیوں کی پیپ جمع ہو جائے گی وہ اپنے طوقوں کے ساتھ اس میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ ان کے جوڑ الگ الگ ہو جائیں گے پھر وہ اس سے نکلیں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جدید صورت بنائی ہوگی تو انہیں آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان: يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ کا یہی معنی ہے۔ کعب سے یہ بھی مروی ہے: وہ حاضر ہے۔ مجاہد نے کہا: اس کے پینے کا وقت آ گیا ہے اور وہ اپنی انتہا کو پہنچ چکا ہے (2)۔ قیامت کی ہولناکی اور مجرمین کے عتاب کے ذکر میں جو نعمت ہے وہ یہ ہے کہ اس میں معاصی سے جھڑک

1۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 232　2۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 437

اور طاعات میں ترغیب ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ رات کے وقت آپ ایک نوجوان کے پاس آئے جو پڑھ رہا تھا فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ۝ نوجوان اسی پر رک گیا اور آنسوؤں نے اس کا گلا گھونٹ دیا وہ کہنے لگا: میرا اس دن پر افسوس ہے جس میں آسمان پھٹ جائے گا میرا افسوس! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ویحک یافتی مثلہا (1) اے نوجوان! تجھ پر اس کی مثل افسوس۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! آسمان کے فرشتے بھی تیرے رونے سے رو پڑے۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۝

''اور جو ڈرتا ہے اپنے رب کے روبرو کھڑا ہونے سے تو اس کو دو باغ ملیں گے۔ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ۝

اس میں دو مسئلے ہیں:

مسئلہ نمبر 1۔ جب جہنمیوں کے احوال کا ذکر کیا تو نیکوکاروں کے لیے جو تیار کیا اس کا بھی ذکر کیا معنی ہے وہ اپنے رب کے حضور حساب کے لیے کھڑا ہونے سے ڈرا تو اس نے معصیت کو ترک کیا۔ مقام مصدر ہے قیام کے معنی میں ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ اپنے رب کے اپنے اوپر کھڑا ہونے سے ڈرا، یعنی اللہ تعالیٰ اس کو جھانک رہا ہے اور اس پر مطلع ہے اس کی وضاحت اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ (الرعد:33) مجاہد اور ابراہیم نخعی نے کہا: اس سے مراد وہ آدمی ہے جو معصیت کا ارادہ کرتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو اس کی پکڑ کے خوف سے معصیت کو ترک کر دیتا ہے۔

مسئلہ نمبر 2۔ یہ آیت اس امر پر دلیل ہے کہ جس نے اپنی بیوی سے کہا: اگر میں جنتی نہیں تو تجھے طلاق۔ کہ وہ حانث نہیں ہوگا اگر اس نے معصیت کا ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے خوف کرتے ہوئے اور اس کا حیاء کرتے ہوئے اس کو ترک کر دے؛ یہی قول سفیان ثوری کا ہے اور اس پر فتویٰ دیا۔

محمد بن علی ترمذی نے کہا: ایک جنت اپنے رب سے خوف کی وجہ سے ہے اور ایک جنت اپنی شہوت کو ترک کرنے کی وجہ سے ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا: جو فرائض کی ادائیگی کے بعد اپنے رب سے ڈرا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مقام سے مراد موضع ہے یعنی وہ اپنے رب کے سامنے حساب کے لیے کھڑا ہونے کی جگہ سے ڈرے جس طرح بات پہلے گزر چکی ہے (2)۔ یہ بھی جائز ہے کہ مقام بندے کے لیے ہو پھر اسے اللہ تعالیٰ کی طرف مضاف کر دیا جائے یہ اس طرح ہے جس طرح اس ارشاد میں اجل کا لفظ ہے: فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ (الاعراف:34) ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا: اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ (نوح:4)

جَنَّتٰنِ یعنی جو ڈرا اس کے لیے علیحدہ دو جنتیں ہیں پس ہر ڈرنے والے کے لیے دو جنتیں ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: دو جنتیں تمام ڈرنے والوں کے لیے ہیں۔ پہلا قول زیادہ نمایاں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے

1۔ تفسیر درمنثور، جلد 6، صفحہ 200
2۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 437

روایت نقل کی ہے فرمایا: ''جنتان سے مراد جنت کے عوض میں دو باغ ہیں ہر باغ سو سال کی مسافت جتنا ہے ہر باغ کے وسط میں نور کا ایک گھر ہے اس گھر میں سے ہر ایک چیز تر و تازگی کے عالم میں جھوم رہی ہے اس کا قرار ثابت ہے اور اس کے درخت ثابت ہیں''۔ اسے مہدوی نے ذکر کیا ہے اور ثعلبی نے بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ذکر کیا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: دو جنتوں سے مراد ہے ایک جنت تو وہ ہے جو اس کے لیے پیدا کی گئی اور ایک جنت وہ ہے جس کا وہ وارث بنا(1)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ایک جنت اس کی منزل ہو گی اور دوسری اس کی بیویوں کی منزل ہو گی جس طرح دنیا کے رؤسا کا معمول ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: دو جنتوں میں سے ایک اس کا مسکن اور دوسرا اس کا باغ تھا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: دو جنتوں میں سے ایک اس کے نچلے محل اور دوسری اس کے بالائی محلات ہیں۔ مقاتل نے کہا: وہ دونوں جنت عدن اور جنت نعیم ہو گی۔ فراء نے کہا: یہ ایک جنت ہے آیات کے سروں کی وجہ سے اسے تثنیہ ذکر کیا۔

قتبی نے اس کا انکار کیا اور کہا: یہ کہنا جائز نہیں کہ آیات کے سروں کی رعایت سے جہنم کے داروغے بیس ہیں فرمایا: وہ انیس ہیں، نیز یہ فرمایا: ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ابو جعفر نحاس نے کہا: فراء نے کہا بعض اوقات جنت ایک ہوتی ہے اور شعر میں اسے تثنیہ ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ قول اللہ تعالیٰ کے کلام کے بارے میں بڑا غلط ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جنتان اور اس ارشاد کے ساتھ اس کی صفت بیان کرتا ہے فیہما یہ قول کرنے والا ظاہر کو چھوڑتا ہے اور کہتا ہے: یہ جائز ہے ایک جنت ہو اور شعر سے استدلال کرتا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: جنتیں دو ہیں تاکہ ایک جہت سے دوسری جہت کی طرف منتقل ہونے کے ساتھ اس کے سرور میں اضافہ ہو۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ آیت خصوصی طور پر حضرت ابو بکر صدیق کے حق میں نازل ہوئی جب ایک روز جنت کا ذکر کیا حین أزلفت اور آگ کا ذکر کیا حین برزت، یہ عطا اور ابن شوذب کا قول ہے۔

ضحاک نے کہا: ایک روز آپ نے پیاس کی حالت میں دودھ پیا تو وہ اچھا لگا آپ نے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ کو بتایا گیا کہ وہ حلال نہ تھا تو آپ نے قے کر دی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو دیکھ رہے تھے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے تیرے بارے میں آیت نازل ہوئی ہے'' اور اس آیت کو آپ پر تلاوت کیا۔

ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ﴿۵۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾

''دونوں باغ (پھل دار) ٹہنیوں والے ہوں گے۔ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ دونوں باغوں میں دو چشمے جاری ہوں گے۔ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''۔

ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾ حضرت ابن عباس اور دوسرے علماء نے کہا: وہ پھل کی مختلف اقسام والے ہوں گے۔ اَفْنَانٍ کا واحد فن ہے۔ مجاہد نے کہا: اَفْنَانٍ سے مراد ٹہنیاں ہیں اس کا واحد فنن ہے؛ نابغہ نے کہا:

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 438

بكاء حمامة تدعو هديلا مُفَجَّعَةٍ على فَنَنٍ تُغَنِّي

اس کبوتر کا رونا جو بچے کو بلا رہی ہے جو دکھی ہے شاخوں پر نغمے گا رہی ہے۔

محل استدلال لفظ فنن ہے۔ ایک اور شاعر دو پرندوں کی صفت بیان کرتا ہے:

باتا على غُصنِ بَانٍ فِي ذُرَى فَنَنٍ

دونوں پرندوں نے بان درخت کی ٹہنیوں کی چوٹیوں پر رات گزاری۔

اور ایک شاعر نے کہا:

تَدْعُو على فَنَنِ الغُصونِ حَمامًا

کبوتری ٹہنیوں پر بیٹھ کر کبوتر کو بلا رہی ہے۔

فنن کی جمع أفنان اور اس کی جمع أفانين ہے۔ ایک آدمی چکی کی صفت بیان کرتا ہے:

لها زِمامٌ مِنْ أفانِينِ الشَّجَرْ اس کی ایسی لگام ہے جو درخت کی شاخوں سے ہے۔

شجرة فنناء ایسا درخت جو شاخوں والا ہے فنواء بھی خلاف قیاس ہے۔ حدیث طیبہ میں ہے: إن أهل الجنة مرد مكحلون أولو أفانين (1) جنتی بے ریش، آنکھوں میں سرمہ لگائے اور ان کے سروں پر بالوں کا گچھا ہوگا۔ حدیث میں مراد أولو فنن ہے۔ یہ أفنان کی جمع ہے أفنان، فنن کی جمع ہے اس سے مراد بالوں کا گچھا ہے اسے ٹہنی کے ساتھ تشبیہ دی ہے؛ اسے ہروی نے ذکر کیا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ذَوَاتَآ أَفْنَانٍ وہ دوسروں کی بنسبت زیادہ فضیلت والے ہوں گے؛ یہ قتادہ کا قول ہے۔ مجاہد اور عکرمہ سے یہ اسی طرح مروی ہے کہ افنان سے مراد دیواروں پر شاخوں کا سایہ ہے۔

فِيهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ﴿۵۰﴾ یعنی ان دونوں باغوں میں جاری چشمے ہوں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے جنتیوں پر زیادتی اور کرامت کے ساتھ پانی جاری کیے ہوں گے۔ حضرت ابن عباس اور حضرت حسن بصری سے یہ قول مروی ہے: وہ میٹھا پانی جاری کیے ہوں گے دونوں چشموں میں سے ایک تسنیم اور دوسرا سلسبیل ہوگا۔ ان سے یہ بھی مروی ہے: دو چشمے ہوں گے جس طرح دنیا میں ہوتے ہیں ان کا پانی کئی گناہ زیادہ ہوگا، ان کے سنگریزے سرخ یاقوت اور سبز زبرجد کے ہوں گے، ان کی مٹی کافوری ہوگی، ان کا کیچڑ خوشبودار کستوری کا ہوگا، اس کے کنارے زعفران کے ہوں گے۔ عطیہ نے کہا: ان میں سے ایک ایسے پانی کا ہوگا جو بدبودار نہیں ہوگا اور دوسرا شراب کا ہوگا جو پینے والوں کے لیے لذت کا باعث ہوگا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ دونوں چشمے کستوری کے پہاڑ سے نکلیں گے۔ ابوبکر وراق نے کہا: دونوں جنتوں میں دو چشمے ہوں گے جو دونوں ان کے لیے جاری ہوں گے جن کی دونوں آنکھیں اللہ تعالیٰ کے خوف سے جاری رہتی تھیں۔

فِيهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿۵۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ۭ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾

1۔ جامع ترمذی، باب ما جاء فی صفة شباب اهل الجنة، حدیث نمبر 2462، ضیاء القرآن پبلی کیشنز

''ان دونوں باغوں میں ہر طرح کے میوں کی دو دو قسمیں ہوں گے۔ پس (اے جن وانس!) تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ وہ تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے بستروں پر جن کے استر قنادیز کے ہوں گے اور دونوں باغوں کا پھل نیچے جھکا ہوگا۔ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''۔

فِيهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿٥٢﴾ زَوْجٰنِ کا معنی ہے دو قسم کے۔ دونوں بیٹھے ہوں گے جن سے لذت حاصل کی جائے گی۔ حضرت ابن عباس نے کہا: دنیا میں کوئی میٹھا یا کڑوا درخت نہیں ہوگا مگر وہ جنت میں میٹھا ہوگا یہاں تک کہ تنبہ بھی میٹھا ہو گا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ دو قسم کے پھل تر اور خشک ہوں گے فضیلت اور خوشبو میں یہ دوسرے سے کم درجہ کا نہیں ہوگا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ ارادہ کیا گیا ہے کہ یہ دو جنتیں ان دو جنتوں سے فضیلت والی ہیں جو ان سے مرتبہ میں کم ہیں کیونکہ یہاں عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ کا ذکر کیا جو جاری ہیں وہاں عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ کا ذکر کیا جو پانی بہا رہے ہوں گے۔ نضح کی صورت میں جری کی بنسبت پانی کم نکلتا ہے گویا فرمایا: ان دونوں جنتوں میں ہر پھل کی ایک قسم ہے اور اس جنت میں ہر پھل کی دو قسمیں ہیں۔

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۢ، مُتَّكِـِٕيْنَ حال ہونے کی حیثیت سے منسوب ہے۔ فُرُشٍۢ یہ فراش کی جمع ہے۔ ابوحیوہ نے فراش راء کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے۔ بَطَآىِٕنُهَا یہ بطانہ کی جمع ہے اس کا معنی نچلے والا حصہ ہے۔ استبرق سے مراد موٹا اور کھردرا ریشم ہے۔ جب اس کا نیچے والا حصہ جو زمین کے ساتھ لگا ہوتا ہے وہ اس طرح ہے تو اس کے اوپر والے حصہ کا کیا عالم ہوگا؛ یہ حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کا نقطہ نظر ہے۔ سعید بن جبیر سے پوچھا گیا: جب اس کے نیچے والا حصہ موٹے ریشم کا ہے تو اس کے اوپر والا حصہ کیسا ہوگا؟ فرمایا: یہی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ (السجدۃ:17)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: تمہارے لیے اس کے نچلے حصہ کو بیان کیا تا کہ تمہارے دل اس کی طرف مائل ہوں جہاں تک اس کے ظواہر کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا۔ حدیث طیبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے: ''ان کا ظاہر ایسا نور ہوگا جو چمک رہا ہوگا'' (1)۔ حضرت حسن بصری سے مروی ہے: اس کا نیچے والا حصہ استبرق کا ہوگا اور اس کا ظاہر جامد نور کا ہوگا۔ حضرت حسن بصری سے مروی ہے: بطائن ہی اس کا ظاہر ہے؛ یہ فراء کا قول ہے۔ قتادہ سے مروی ہے: عرب ظہر کو بطن کہتے ہیں وہ کہتے ہیں هذا ظهر السماء، هذا بطن السماء جسے ہم دیکھتے ہیں کیونکہ وہ ظاہر ہے۔ ابن قتیبہ وغیرہ نے اس کا انکار کیا ہے۔ انہوں نے کہا: یہ نہیں ہو سکتا مگر دو متساوی چیروں میں جائز ہے جب ان میں سے ہر ایک قوم کی طرف پشت کرے جس طرح ایک دیوار تیرے اور ایک قوم کے درمیان حائل ہو اسی طرح آسمان کا معاملہ ہے۔ وَ جَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ ﴿٥٤﴾ جنی اسے کہتے ہیں جو درخت سے کاٹا جاتا ہے یہ لفظ بولا جاتا ہے: ثمر جنی یہ فعیل کا وزن ہے جب اسے کاٹا جائے۔

شاعر نے کہا:

هَذَا جَنَایَ وَخِیَارُهُ فِیهِ (2)

1۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 233
2۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 439

یہ میرا چنا ہوا پھل ہے اور اس کا بہترین اس میں ہے۔

اسے جنی بھی پڑھا گیا ہے۔ دَانٍ اس کا معنی قریب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: درخت قریب ہوگا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا ولی اسے چن لے گا چاہے کھڑا ہوا ہو، چاہے بیٹھا ہوا ہو، چاہے لیٹا ہوا ہو کوئی دوری اور کوئی کانٹا اس کے ہاتھ کو واپس نہیں کرے گا۔

فِيهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿٥٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٧﴾

"ان میں نیچی نگاہوں والی حوریں ہوں گی جن کو نہ کسی انسان نے چھوا ہو گا ان سے پہلے اور نہ کسی جن نے۔ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے"۔

اس میں تین مسائل ہیں:

مسئلہ نمبر 1۔ فِيهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ھن ضمیر سے مراد دو مذکور باغات ہیں۔ زجاج نے کہا: فِيهِنَّ فرمایا فیھما نہیں کہا کیونکہ دونوں جنتیں اور جو نعمتیں ان کے لیے تیار کی گئی ہیں وہ مراد ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ھن ضمیر فرش کی طرف لوٹ رہی ہے جن کے بطائن استبرق کے ہیں، یعنی ان فرش میں قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ہوں گی یعنی ایسی عورتیں ہوں گی جو نظریں جھکائے ہوئے ہوں گی جنہوں نے اپنی نظروں کو اپنے خاوندوں تک محدود رکھا ہوگا وہ کسی اور کو نہ دیکھیں گی۔ سورۃ الصافات میں یہ بحث گزر چکی ہے۔ طرف کو واحد ذکر کیا جب کہ یہ جمع کی طرف منسوب ہے کیونکہ یہ مصدر کے معنی میں ہے۔ یہ صرفت عینہ تطرف طرفا سے مشتق ہے پھر آنکھ کو یہ نام دیا تو واحد و جمع کو اس سے ادا کیا گیا جس طرح ان کا قول ہے: قوم عدل و صوم۔

مسئلہ نمبر 2۔ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ ان خاوندوں سے پہلے کسی نے ان کے ساتھ جماع نہیں کیا۔ فراء نے کہا: طمث سے مراد افتضاض ہے افتضاض سے مراد خون بہاتے ہوئے وطی کرنا ہے۔ طمثھا یطمثھا ویطمثھا طمثا کا معنی ہے جب وہ پہلی دفعہ وطی کرے اور اس کا پردہ بکارت زائل کرے؛ اس معنی میں یہ قول کیا گیا ہے: امرأۃ طامث حائضہ عورت۔ فراء کے علاوہ دوسرے علماء نے اس مسئلہ میں مخالفت کی ہے وہ کہتا ہے: طمثھا اس کا معنی ہے جس صورت میں بھی اس نے وطی کی مگر فراء کا قول زیادہ مشہور اور معروف ہے۔ کسائی نے کہا: لم يَطْمُثْهُنَّ میم کے ضمہ کے ساتھ ہے (1) یہ جملہ بولا جاتا ہے: طمثت المرأۃ تطمث جب حائضہ ہوئی طمثت اس میں ایک لغت ہے اس سے اسم فاعل طامث آتا ہے؛ فرزدق نے کہا:

وَقَعْنَ اِلَیَّ لم يُطْمَثْنَ قَبْلِي　وهن أَصَحُّ مِنْ بَيْضِ النَّعَامِ (2)

وہ میرے ہاں واقع ہوئیں مجھ سے قبل ان سے کسی نے جماع نہ کیا تھا وہ شتر مرغ کے انڈے سے زیادہ صحت مند تھیں۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: لَمْ يَطْمِثْهُنَّ انہیں کسی نے نہیں چھوا تھا (3)۔ ابو عمرو نے کہا: الطمث سے مراد چھونا ہے۔ یہ ہر

1۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 233　2۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 440　3۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 439

اس چیز میں بولا جاتا ہے جس کو چھوا جاتا ہے۔ چراگاہ کے بارے میں کہا جاتا ہے: ما طمث ذلك المرتع قبلنا أحد ہم سے قبل اس چراگاہ کو کسی نے نہیں چھوا۔ وما طمث هذه الناقة حبل اس اونٹنی کو کسی ڈھنگے نے مس نہیں کیا۔ مبرد نے کہا: ان سے قبل کسی انسان اور جن نے انہیں مسخر نہیں کیا(1)۔ طمث کا معنی مسخر کرنا اور کام لینا ہے۔ حضرت حسن بصری نے کہا: جان ہمزہ کے ساتھ ہے۔

مسئلہ نمبر3۔ اس آیت میں یہ دلیل موجود ہے کہ جن انسان کی طرح جماع کرتا ہے اور جنت میں داخل ہوگا جنت میں ان کے لیے جن عورتیں ہوں گی (2)۔ ضمرہ نے کہا: ان میں سے دو مومنوں کے لیے حورعین میں سے بیویاں ہوں گی انسان عورتیں انسانوں کے لیے اور جن عورتیں جنوں کے لیے ہوں گی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ نے جنت میں مومن جنوں کو جنیات میں سے جو حورعین عطا فرمائے گا انہیں کسی جن نے نہیں چھوا ہوگا اور جنت میں انسانوں میں سے مومنوں کو انسیات میں سے جو حورعین عطا فرمائے گا اسے کسی انسان نے نہیں چھوا ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جن دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام کی نسل سے عورتوں سے جماع نہیں کرتا؛ یہ قشیری نے ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: سورۂ نمل میں یہ قول گزر چکا ہے اور سُبْحٰنَ (الاسراء) میں یہ قول گزر چکا ہے کہ یہ جائز ہے کہ وہ انسانوں میں سے عورتوں سے شادی کریں۔ مجاہد نے کہا: جب کوئی جماع کرے اور بسم اللہ نہ پڑھے تو جن اس کے ذکر کے ساتھ لپٹ جاتا ہے اور اس کے ساتھ جماع کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان: لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۵۶﴾ کا یہی معنی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حورعین کی صفت بیان کی ہے کہ ان سے پہلے ان سے کسی انسان اور کسی جن نے جماع نہیں کیا۔ یہ تجھے آگاہ کرتا ہے کہ انسانوں میں سے عورتوں سے جن جماع کرتے ہیں اور حورعین اس عیب سے بری ہوتی ہیں اور پاک ہوتی ہیں۔ طمث کا معنی جماع ہے۔ ترمذی حکیم نے اسے مکمل ذکر کیا ہے؛ اسے مہدوی، ثعلبی اور دوسرے علماء نے ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۵۹﴾ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ﴿۶۰﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۶۱﴾

"یہ تو گویا یاقوت و مرجان ہیں۔ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ کیا احسان کا بدلہ بجز احسان کے کچھ اور بھی ہوتا ہے۔ پس (اے جن و انس!) تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے"۔

كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾ امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں: "اہل جنت کی عورتوں میں سے ایک عورت کی پنڈلی کی سفیدی ستر حلوں سے دکھائی دے گی یہاں تک کہ اس کا گودا بھی دکھائی دے گا" (3)۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ جہاں تک

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 439　2۔ ایضاً جلد 5، صفحہ 440

3۔ جامع ترمذی، باب ما جاء فی صفة نساء اهل الجنة، جلد 2، صفحہ 76

یاقوت کا تعلق ہے وہ پتھر ہے اگر تو اس میں دھاگہ ڈالے پھر اسے صاف کرے تو وہ تجھے اس لڑی کو دکھا دے گا۔ اسے موقوف روایت کیا گیا ہے۔ عمرو بن میمون نے کہا: حورعین میں سے ایک عورت ستر حلے پہنے گی اس کی پنڈلی کا مغز ان کے باہر سے دکھائی دے گا جس طرح سفید جام میں سرخ شراب دکھائی دیتی ہے۔ حضرت حسن بصری نے کہا: وہ یاقوت جیسی شفاف اور مرجان جیسی سفید ہوں گی (1)۔

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝ هَلْ کلام میں چار صورتوں میں آتا ہے کبھی قد کے معنی میں ہوتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ (الدہر: 1) استفہام کے معنی میں آتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا (الاعراف: 44) امر کے معنی میں آتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝ (المائدہ) نفی و انکار کے معنی میں آتا ہے فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ (النحل: 35) هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝ عکرمہ نے کہا: جس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا جنت کے علاوہ اس کی کوئی جزا نہیں۔ حضرت ابن عباس نے کہا: جس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو پیغام حق لائے اس پر عمل کیا تو اس کی جزا جنت ہی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: جس نے دنیا میں احسان کیا آخرت میں اس کی جزا یہ ہے کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے؛ یہ ابن زید کا قول ہے (2)۔ حضرت انس نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝ پھر فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو تمہارے رب نے کیا کہا ہے؟'' صحابہ نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جس پر توحید کے ساتھ انعام کیا گیا اس کا بدلہ صرف جنت ہے''۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھا فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جس پر میں نے اپنی معرفت اور اپنی توحید کا انعام کیا اس کی جزا نہیں مگر یہ کہ میں اسے اپنی جنت اور اپنی رحمت کے ساتھ اپنی خاص بارگاہ میں رہائش دوں''۔ صادق نے کہا: جس پر میں نے ازل میں احسان کیا اس کی جزا نہیں مگر یہ کہ میں ابد میں اس پر احسان کو یاد رکھوں۔ حضرت محمد بن حنفیہ اور حضرت حسن بصری نے کہا: یہ فاجر پر دنیا میں جاری کی گئی ہے اور نیک کے لیے آخرت میں جاری کی گئی ہے۔

وَ مِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۝ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ لا مُدْهَآمَّتٰنِ ۝ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ۚ

''ان دو کے علاوہ دو اور باغ بھی ہیں۔ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ دونوں نہایت سرسبز و شاداب۔ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''۔

وَ مِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۝ یعنی اس کے لیے ان پہلی دو جنتوں کے علاوہ دو اور جنتیں بھی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ان دونوں سے درجہ میں کم ہوں گی۔ ابن زید نے کہا: فضیلت میں کم ہوں گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ تمام جنتیں اس کے لیے ہیں جو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا۔ پہلی دو جنتوں میں کھجور کے اور دوسرے درخت ہوں گے

1۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 106 2۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 440

اور دوسری دو میں کھیتیاں اور نباتات ہوں گی اور جو اسے خوش کریں گی۔ ماوردی نے کہا: یہ بھی احتمال موجود ہے(1) کہ وَ مِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۝ سے مراد ایسی جنتیں ہیں جو ان کے پیروکاروں کے لیے ہوں کیونکہ پیروکاروں کا مرتبہ اس سے کم ہوتا ہے ان میں سے ایک جنت (باغ) حورعین کے لیے اور دوسرا باغ ایسے بچوں کے لیے ہوگا جو ہمیشہ بچے ہی رہیں گے تاکہ مذکر مونثوں سے الگ رہیں۔ ابن جریج نے کہا: وہ باغ کل چار ہوں گے دو باغ سابقین مقربین کے لیے ہوں گے جن کی یہ صفات بیان کی گئی ہیں فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ۝، عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ۝ اور دو باغ اصحاب یمین کے لیے ہیں جن کی یہ صفات بیان کی گئی ہیں فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّ نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ ۝، فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۝ ابن زید نے کہا: پہلے دونوں باغ سونے کے ہوں گے جو مقربین کے لیے ہوں گے اور دوسرے دو چاندی کے ہوں گے جو اصحاب یمین کے لیے ہوں گے(2)۔

میں کہتا ہوں: حلیمی ابو عبداللہ حسن بن حسین اپنی کتاب منہاج الدین میں اسی طرف گئے ہیں اس نے اس روایت سے استدلال کیا ہے جسے سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان آیات کی تفسیر میں کہا ہے کہ وہ دونوں باغ مقربین کے لیے ہیں اور یہ دونوں اصحاب یمین کے لیے ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل مروی ہے" جب اللہ تعالیٰ نے دونوں باغوں کی صفت بیان کی تو دونوں میں فرق کی طرف اشارہ کیا پہلے دو باغوں کے بارے میں فرمایا: فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ۝ اور دوسرے دو باغوں کے بارے میں فرمایا: فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۝ یعنی دونوں فوارہ کی صورت میں جاری ہیں لیکن وہ جاری کی طرح نہیں کیونکہ نضخ، جری سے کم ہے۔ پہلے دو باغوں کے بارے میں فرمایا: فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ۝ اس کو عام ذکر کیا خاص ذکر نہیں کیا دوسرے دو باغوں کے بارے میں فرمایا: فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّ نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ ۝ اس میں من کل فاکھۃ نہیں کہا ہے دو باغوں کے بارے میں کہا: مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ، اِسْتَبْرَقٍ سے مراد ریشم ہے۔ دوسرے دو باغوں کے بارے میں فرمایا: مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّ عَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ۝ عَبْقَرِيٍّ سے مراد جس میں نقش و نگار ہوں اس میں کوئی شک نہیں کہ دیباج وشی سے اعلیٰ، رفرف، خیمہ کا ایک حصہ ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ فرش جو ٹیک لگانے کے لیے تیار کیے جاتے ہیں وہ خیمہ کے زائد حصہ سے افضل ہوتے ہیں۔ پہلے دو باغوں میں حوروں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا: كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَ الْمَرْجَانُ ۝ اور دوسرے دو باغوں کے بارے میں فرمایا: فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ۝ یہ حسن یاقوت و مرجان کے حسن جیسا نہیں ہوتا۔ پہلے دو باغوں کے بارے میں فرمایا: ذَوَاتَاۤ اَفْنَانٍ ۝ اور دوسرے دو باغوں کے بارے میں فرمایا مُدْهَآمَّتٰنِ ۝ یعنی دونوں سبز ہیں گویا وہ دونوں زیادہ سبز ہونے میں سیاہ ہیں۔ پہلے دونوں باغوں کے بارے میں فرمایا: ان میں ٹہنیاں زیادہ ہوں گی اور دوسرے دو کے بارے میں صرف یہ فرمایا: وہ سبز ہیں۔ اس تمام بحث میں وہ معنی متحقق ہو جاتا ہے جس کا ہم نے قصد کیا ہے کہ یہ دو باغ ان دو باغوں سے درجہ میں کم ہوں گے۔ ممکن ہے جس تفاوت کا ذکر نہیں کیا گیا وہ اس سے بڑھ کر ہو جس کا ذکر کیا گیا ہے۔ اگر یہ سوال کیا جائے: ان دو باغ والوں کا اس طرح ذکر نہیں کیا گیا جس طرح پہلے دو باغوں والوں کا ذکر کیا گیا؟ تو اسے کہا جائے گا: چاروں باغ اس آدمی کے لیے ہیں جو اپنے رب سے

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 440 2۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 441

ڈرتا ہے مگر جو ڈرنے والے ہیں ان کے کئی مراتب ہیں پہلے دو باغ ان لوگوں کے لیے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں میں بلند مرتبہ رکھتے ہیں اور دوسرے دو باغ ان لوگوں کے لیے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے خوف کھانے میں ان میں سے کم مرتبہ ہیں۔

ضحاک کا مذہب یہ ہے کہ پہلے دو باغ سونے اور چاندی سے بنے ہیں اور دوسرے دو یاقوت اور زمرد کے ہیں وہ دونوں پہلوں سے افضل ہیں۔ وَ مِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۝ یعنی ان دونوں کے سامنے؛ اس قول کی طرف ابو عبد اللہ ترمذی حکیم نوادر الاصول میں گئے ہیں۔ کہا: وَ مِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۝ کا معنی ہے عرش سے قریب۔ اور ان دونوں باغوں کو پہلے دو باغوں پر فضیلت دی ہے جس کا ذکر ہم بعد میں کریں گے۔ مقاتل نے کہا: پہلے دو باغ جنت عدن اور جنت نعیم ہے اور دوسرے دو باغوں سے مراد جنت فردوس اور جنت ماویٰ ہے۔

مُدْهَآمَّتٰنِ ۝ دونوں سیراب ہونے کی وجہ سے سرسبز ہیں؛ یہ حضرت ابن عباس اور دوسرے علماء کا نقطہ نظر ہے۔ مجاہد نے کہا: دونوں سیاہ ہیں (1)۔ لغت میں دہمہ سے مراد سیاہ ہے (2)، یہ جملہ بولا جاتا ہے: فرس أدهم، بعير أدهم، ناقة دهماء یعنی اس میں آسمانی رنگ گہرا ہو گیا یہاں تک کہ اس میں سے وہ سفیدی بالکل ختم ہو گئی جو اس میں موجود تھی جب وہ اس سے بھی زیادہ ہو گیا یہاں تک کہ سیاہی سخت ہو گئی تو وہ جون ہو گئی۔ ادهم الفرس إدهاما گھوڑا سیاہ ہو گیا۔ إدهام الشئ إدهاما وہ سیاہ ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: مُدْهَآمَّتٰنِ ۝ وہ سبز رنگ میں شدت کی وجہ سے سیاہ ہو گئے۔ عرب ہر سبز چیز کو اسود کہتے ہیں۔

عراق کے دیہاتی علاقوں کو سواد کہتے ہیں کیونکہ وہ بڑے سرسبز و شاداب ہوتے ہیں تاریک رات کو اخضر کہتے ہیں یہ جملہ بولا جاتا ہے: أباد الله خضراء هم اللہ تعالیٰ ان کی جمعیت کو ہلاک کر دے۔

فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّ نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

''ان میں دو چشمے جوش سے ابل رہے ہوں گے۔ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان میں میوے ہوں گے اور کھجوریں اور انار ہوں گے۔ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''۔

فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۝ پانی سے جوش مار رہے ہوں گے (3)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: خاء کے ساتھ جو نضخ ہے اس میں حاء کے ساتھ جو نضح ہے سے جوش زیادہ ہوتا ہے۔ ان سے یہ بھی مروی ہے کہ معنی ہے وہ خیر و برکت سے جوش مار رہے ہوں گے یہی قول حضرت حسن بصری اور مجاہد نے کہا: حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے یہ مروی ہے: وہ چشمے اولیاء پر ان کے جنت کے گھروں میں کستوری، عنبر اور کافور کا چھڑکاؤ کر رہے ہوں گے جس طرح بارش کا چھڑکاؤ ہوتا ہے۔ حضرت سعید بن جبیر نے کہا: وہ مختلف قسم کے پھل اور پانی کا چھڑکاؤ کریں گے۔ ترمذی نے کہا: علماء نے کہا

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 441 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

مختلف قسم کے پھل، مختلف قسم کی نعمتوں، مزین عورتوں، زین ڈالے گئے گھوڑوں اور رنگ دار کپڑوں کا چھڑکاؤ کر رہے ہوں گے۔ ترمذی نے کہا: یہ کلام اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ نضخ میں جری کی نسبت پانی کا بہاؤ زیادہ ہوتا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: پہلے چشمے پھوٹیں گے پھر رواں دواں ہو جائیں گے۔

فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿۶۸﴾

اس میں دو مسئلے ہیں:

مسئلہ نمبر 1۔ ایک عالم نے کہا: نخل (کھجور) اور رمان (انار) فاکھہ میں سے نہیں کیونکہ کسی چیز کا عطف اس کی اپنی ذات پر نہیں ہوتا۔ چیز کا عطف اس کے غیر پر ہوتا ہے۔ یہ کلام کا ظاہر معنی ہے جمہور نے کہا: یہ دونوں فاکھہ کی قسم میں سے ہیں نخل اور رمان کا دوبارہ ذکر ان دونوں کی فضیلت کے لیے کیا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (البقرہ:238) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَ مَلٰٓىِٕكَتِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ جِبْرِيْلَ وَ مِيْكٰىلَ (البقرہ:98) یہ بحث پہلے گزر چکی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ان دونوں کو مکرر اس لیے ذکر کیا کیونکہ کھجور اور انار اس وقت میں ان کے نزدیک اس حیثیت میں تھے جس طرح اس دور میں ہمارے نزدیک گندم ہے کیونکہ کھجور ان کی عام خوراک تھی اور انار پھل کی حیثیت رکھتا تھا ان دونوں کی ضرورت کی بنا پر ان کو کثرت سے لگایا جاتا تھا ان کے نزدیک فواکہ مختلف پھلوں کو کہتے جن کو دیکھ کر وہ خوش ہوتے۔ پہلے فَاكِهَةٌ کا ذکر کیا پھر نخل اور رمان کا ذکر کیا کیونکہ مدینہ طیبہ سے لے کر مکہ مکرمہ کے قریبی ممالک یعنی یمن کے علاقہ میں یہ کثرت سے ہوتے ان دونوں کو فواکہ سے نکال دیا اور فواکہ کا علیحدہ ذکر کیا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: دونوں کو الگ ذکر کیا کیونکہ کھجور کا پھل فَاكِهَةٌ اور کھانا ہے اور رمان فاکھہ اور دوا ہے تفکہ کے لیے انہیں خالص نہیں کیا گیا؛ یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نقطہ نظر ہے۔

مسئلہ نمبر 2۔ جب کسی نے قسم اٹھائی کہ وہ فاکھہ نہیں کھائے گا اس نے انار یا تر کھجور کھائی وہ حانث نہیں ہوگا۔ صاحبین اور لوگوں نے ان کی مخالفت کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جنت میں انار پالان ڈالے گئے اونٹ کی طرح ہو گا۔ ابن مبارک نے کہا: سفیان، حماد سے وہ سعید بن جبیر سے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں کہ جنت کی کھجوروں کے تنے سبز زمرد کے، شاخوں کے کاٹ دینے کے بعد ان کے تنے سرخ سونے کے، اس کی شاخیں جنتیوں کی چادریں ہوں گی انہیں سے ان کے چھوٹے کپڑے اور حلے ہوں گے ان کے پھل مٹکوں اور ڈولوں جیسے ہوں گے۔ وہ دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھے، مکھن سے زیادہ نرم ان میں کوئی گٹھلی نہ ہوگی۔ مسعودی نے عمرو بن مرہ سے وہ ابو عبیدہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ جنت کی کھجور جڑ سے لے کر شاخ تک پھل سے بھری ہوگی، اس کے پھل مٹکوں کی مثل ہوں گے جب کبھی اس کا پھل توڑا جائے گا اس کی جگہ دوسرا آ جائے گا: اس کا پانی کھائی کے بغیر جاری ہوگا گچھا بارہ ہاتھ ہوگا۔

فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ۚ﴿۷۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ﴿۷۱﴾

”ان میں اچھی سیرت والیاں اچھی صورت والیاں ہوں گی۔ پس (اے جن و انس!) تم اپنے رب کی کن کن

نعمتوں کو جھٹلاؤ گے"۔

فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ۞ اس میں دو مسئلے ہیں:

مسئلہ نمبر 1۔ خَيْرٰتٌ سے مراد عورتیں ہیں۔ اس کی واحد خیرۃ ہے معنی ہے ذوات خیر۔ خیر والیاں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ لفظ خیرات ہے خیرات کے معنی میں ہے پھر اس میں تخفیف کی گئی جس طرح ھین اور لین ہے۔ ابن مبارک نے کہا: اوزاعی نے حسان بن عطیہ سے وہ سعید بن عامر سے روایت نقل کرتے ہیں اگر خَيْرٰتٌ حِسَانٌ میں سے ایک خیرۃ آسمان کے سامنے آئے تو ہر چیز کو روشن کر دے اور اس کے چہرے کی روشنی، سورج اور چاند پر غالب آ جائے وہ اوڑھنی جو اسے پہنائی جاتی ہے وہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ حِسَانٌ وہ شکل و صورت میں بہتر ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حِسَانٌ تو وہ کون ہوگا جو ان کے حسن کا اندازہ لگائے؛ زہری اور قتادہ نے کہا: وہ اچھے اخلاق والی اور خوبصورت چہروں والی ہوں گی؛ یہی چیز حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے (1)۔ ابو صالح نے کہا: کیونکہ وہ کنواری اور باکرہ ہوں گی۔

قتادہ، ابن سمیقع، ابو رجاء، عطاردی اور بکر بن حبیب سہمی نے خیرات شد کے ساتھ پڑھا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: خیرات یہ خیر کی جمع ہے معنی ہے خیر والیاں (2)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: معنی ہے مختارات۔ ترمذی نے کہا: خیرات وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے پسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیار کے ساتھ ان کی صورتوں کو حسین و جمیل بنایا۔ جب حسن کا خالق کسی شی کی حسن کے ساتھ تعریف کرے تو غور کرو وہاں حسن کا کیا عالم ہوگا۔ پہلی دو جنتوں میں موجود حوروں کے بارے میں فرمایا: قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ، كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ۞ تو غور کر خیرہ جو اللہ تعالیٰ کی چنی ہوئی ہے اور قاصرات الطرف میں کیا فرق ہوگا؟ حدیث طیبہ میں ہے: حور عین میں سے بعض بعض کے ہاتھ پکڑیں گی وہ ایسی آوازوں سے گائیں گی مخلوق نے ان سے اچھی آواز نہ سنی ہوگی اور نہ اس کی مثل آواز سنی ہوگی۔ ہم راضی ہیں ہم کبھی ناراض نہیں ہوتیں۔ ہم ہمیشہ مقیم رہیں گے ہم کبھی بھی کوچ نہ کریں گے ہم ہمیشہ زندہ رہیں گی ہم کبھی بھی نہیں مریں گی۔ ہم ہمیشہ نرم اندام رہیں گی کبھی سخت رویہ اختیار نہ کریں گی۔ ہم خیرات و حسان میں اپنے خاوندوں کے ہاں محبوب ہیں"۔ امام ترمذی نے حضرت علی سے اسی کی ہم معنی روایت نقل کی ہے (3)۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: حور عین جب یہ بات کریں گی تو دنیا میں ان کی مومن بیویاں انہیں جواب دیں گی: ہم نمازیں پڑھتی تھیں جب کہ تم نے نمازیں نہیں پڑھیں، ہم نے روزے رکھے اور تم نے روزے نہیں رکھے، ہم نے وضو کیے اور تم نے وضو نہ کیے، ہم نے صدقے کیے اور تم نے صدقے نہ کیے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم دنیا میں ان کی مومن بیویاں ان پر غالب آ جائیں گی۔

مسئلہ نمبر 2۔ اس میں اختلاف ہے کہ حسن و جمال میں کون بڑھ کر ہوگا حوریں یا انسانوں کی نسل سے ان کی بیویاں؟ ایک قول یہ کیا گیا ہے: حوریں، کیونکہ قرآن و سنت میں ان کی صفت بیان کی گئی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میت پر جنازہ پڑھتے ہوئے ایک دعا میں کہا: وابدلہ زوجا خیرا من زوجہ۔ اس کی بیوی سے بہتر اسے بیوی عطا فرما۔ ایک قول یہ کیا

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 442 2۔ ایضاً 3۔ جامع ترمذی، کتاب التفسیر، حور مقصورات فی الخیام، جلد 3، صفحہ 272

گیا ہے: انسان کی نسل سے عورتیں حوروں سے ستر گنا زیادہ حسین ہوں گی۔ ایک مرفوع روایت اس بارے میں مروی ہے ابن مبارک نے یہ ذکر کیا ہے۔ رشدین، ابن انعم سے وہ حبان بن ابی جبلہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ''دنیا کی عورتوں میں سے جو جنت میں داخل ہوں گی وہ دنیا میں اعمال کرنے کی وجہ سے حور عین پر فضیلت والی ہوں گی''۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ حور عین جن کا ذکر قرآن میں ہے وہ انبیاء اور مومنین کی مومن بیویاں ہیں جنہیں آخرت میں دوبارہ اس سے بھی زیادہ حسین صورت میں پیدا کیا جائے گا؛ یہ حضرت حسن بصری کا قول ہے۔ مشہور یہ ہے کہ حور عین دنیا کی عورتیں نہیں ہیں انہیں جنت میں ہی پیدا کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝ جب کہ دنیا کی اکثر عورتیں ایسی ہیں جن کے ساتھ حقوق زوجیت ادا کیے گے ہوں گے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جنت کے رہائشیوں میں سے بہت کم عورتیں ہوں گی''۔ ان میں سے ہر ایک عورت کو نہیں پائے گا جب کہ حور عین کا وعدہ تمام کے لیے ہے اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ وہ دنیا کی عورتوں کے علاوہ ہیں۔

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

''یہ حوریں پردہ دار خیموں میں۔ پس (اے جن و انس!) تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان کو ابھی تک نہ کسی انسان نے چھوا ہوگا اور نہ کسی جن نے۔ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''۔

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ۝ حور یہ حوراء کی جمع ہے اس سے مراد ہے جس کی آنکھ کی سفیدی انتہا کی ہو ساتھ ہی ساتھ سیاہی بھی شدید ہو۔ یہ بحث پہلے گزر چکی ہے۔ مَّقْصُوْرٰتٌ وہ محبوس ہوں گی اور خیموں میں پوشیدہ ہوں گی وہ گلیوں میں گھومتی پھرتی نہیں ہوں گی، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: خیمہ ایسا موتی ہوگا جو اندر سے خالی ہوگا؛ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہا: یہ ایک فرسخ چوڑا ایک فرسخ لمبا ہوگا اس کے دروازے کے پٹ سونے کے ہوں گے۔

ترمذی حکیم ابو عبداللہ نے حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ۝ کے بارے میں کہا: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ ایک بادل نے عرش سے بارش برسائی تو حوریں رحمت کے قطرات سے پیدا کی گئیں پھر ان میں سے ہر ایک پر نہروں کے کنارے خیمہ لگا دیا گیا جن کی وسعت چالیس میل ہوگی اس کا کوئی دروازہ نہ ہوگا یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ کا ولی جنت میں داخل ہوگا تو دروازہ سے خیمہ پھٹ جائے گا تا کہ اللہ تعالیٰ کے ولی کو علم ہو جائے کہ فرشتوں اور خدام کی نظریں اس تک نہیں پہنچیں، یہ خیموں میں بند ہیں انہیں مخلوقات کی نظروں سے محفوظ رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

پہلی دو جنتوں میں موجود حوروں کے بارے میں فرمایا: فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ یعنی انہوں نے اپنی نظروں کو اپنے خاوندوں تک محدود کر رکھا ہے ان کے بارے میں یہ ذکر نہیں کہ وہ مقصور ہیں یہ اس امر پر دال ہے کہ خیموں میں بند اعلیٰ و افضل ہیں۔ مجاہد نے کہا: مَّقْصُوْرٰتٌ سے مراد یہ ہے انہیں اپنے خاوند تک محدود کر دیا گیا ہے وہ ان کے علاوہ کا ارادہ نہیں کرتیں۔ صحاح میں ہے: قصرت الشئ أقصرہ قصرا میں نے اسے محبوس کر دیا، اسی سے لفظ مقصورۃ الجامع ہے۔ قصرت الشئ

علی کذا یہ اس وقت بولتے ہیں جب تو اسے اسی چیز تک محدود کر دے غیر کی طرف تو اسے متجاوز نہ کرے۔ امرأۃ قصیرۃ وقصورۃ مراد ہے وہ عورت جو کمرے میں بند ہو اسے باہر نکلنے کی اجازت نہ ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں جنت میں ایک نہر کے پاس سے گزرا جس کے کناروں پر مرجان کے قبے تھے اس سے مجھے ندا کی گئی: السلام علیک یا رسول اللہ! میں نے پوچھا: اے جبرئیل! یہ کون ہیں؟ حضرت جبرئیل امین نے جواب دیا: یہ حورعین میں سے نوجوان عورتیں ہیں، انہوں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ وہ آپ کو سلام کہیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اجازت دے دی۔ انہوں نے کہا: ہم ہمیشہ رہیں گی، ہم کبھی بھی نہیں مریں گی، ہم نرم اندام ہیں، ہم سخت گیر نہیں، ہم راضی رہنے والیاں ہیں، ہم کبھی ناراض نہ ہوں گی، ہم معزز خاوندوں کی بیویاں ہیں'' پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ۝ یعنی ہم محبوس ہیں یہ جس حفاظت اور کرامت کے لیے ہے۔ حضرت اسماء بنت یزید اشہلیہ سے مروی ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی عرض کی: یا رسول اللہ! ہم عورتیں ہیں محصور رہتی ہیں تمہارے گھروں کا سہارا ہیں، تمہاری اولادوں کو اپنے پیٹوں میں اٹھانے والی ہیں کیا ہم اجر میں تمہارے ساتھ شریک ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم اپنے خاوندوں کے ساتھ حسن معاملہ کرو اور ان کی رضا کی طالب ہو''۔

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ انہیں چھوا تک نہ ہو گا جس طرح پہلے گزرا ہے۔ عام قرآت یطمثھن ہے۔ ابو حیوہ شامی، طلحہ بن مصرف، اعرج اور شیرازی نے کسائی سے دونوں حرفوں میں میم کو مضموم پڑھا ہے۔ کسائی ایک کو کسرہ دیتے اور دوسرے کو ضمہ دیتے اور اس میں اختیار دیتے جب پہلے کو رفع دیتے تو دوسرے کو کسرہ دیتے اور جب پہلے کو کسرہ دیتے تو دوسرے کو رفع دیتے: یہ ابو اسحاق سبیعی کی قرآت ہے۔ ابو اسحاق نے کہا: میں حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے پیچھے نماز پڑھتا تو وہ میم کو رفع دیتے، میں حضرت عبداللہ کے شاگردوں کے پیچھے نماز پڑھتا تو وہ میم کو کسرہ دیتے۔ کسائی نے دونوں روایات پر عمل کیا یہ دونوں لغتیں ہیں طمُث، طمِث جس طرح یعرِشون اور یعکفُون ہے۔ جس نے ضمہ دیا اس نے دونوں لغتوں کو جمع کر دیا جس نے کسرہ دیا تو یہ عام لغت ہے۔

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ کے قول کا اعادہ نہیں کیا تا کہ اس امر کی وضاحت ہو جائے کہ خیموں میں حور مقصورات کی صفت ایسے ہی ہے جس طرح ان حوروں کی صفت ہے جو قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ کی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب وہ اپنی نظروں کو جھکانے والی ہیں تو خیموں میں بھی ان کا یہی حال ہو گا۔

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّ عَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ۧ

''وہ تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے سبز مسند پر جو از حد نفیس بہت خوبصورت ہو گی۔ (پس اے انسانو! اور جنو!) تم

دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ (اے حبیب!) بڑا بابرکت ہے آپ کے رب کا نام، بڑی عظمت والا، احسان فرمانے والا"۔

مُتَّكِـِٔيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ، رَفْرَفٍ سے مراد وہ چادر ہے جو اس بستر پر بچھائی جاتی ہے جس کو سونے کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رَفْرَفٍ سے مراد بستروں اور قالینوں سے زائد چیز ہے (1)، ان سے یہ بھی مروی ہے: رَفْرَفٍ سے مراد وہ چادریں ہیں (2) جن کے زائد حصہ پر وہ ٹیک لگاتے ہیں؛ یہ قتادہ کا قول ہے۔ حضرت حسن بصری اور قرظی نے کہا: اس سے مراد قالینیں ہیں۔ ابن عیینہ نے کہا: اس سے مراد تکیے ہیں۔ ابن کیسان نے کہا: اس سے مراد چھوٹے تکیے ہیں؛ یہ حضرت حسن بصری کا بھی قول ہے۔ ابوعبیدہ نے کہا: یہ کپڑے کی ایک طرف ہے۔ لیث نے کہا: اس سے مراد سب کپڑوں کی ایک قسم ہے جسے بچھایا جاتا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد بلند بستر ہیں (3)۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: عربوں کے ہاں کپڑے کے جوڑے کو رفارف کہتے ہیں۔ یہ تمام اقوال قریب ہیں۔ صحاح میں ہے: رفرف سے مراد سبز کپڑے ہیں جن سے چادریں بنائی جاتی ہیں اس کا واحد رفرفہ ہے۔ سعید بن جبیر اور حضرت ابن عباس نے کہا: رفرف سے مراد جنت کے باغات ہیں (4)۔ رفرف یہ أن یرف سے مشتق ہے وہ بلند ہوا اسی سے رفرفة الطیر ہے کیونکہ وہ ہوا میں اپنے دونوں پروں کو حرکت دیتا ہے بعض اوقات نر شتر مرغ کو اسی وجہ سے رفرف کہتے ہیں کیونکہ وہ اپنے پروں کو حرکت دیتا ہے پھر بھاگ جاتا ہے۔ رفرف الطائر جب وہ کسی چیز کے ارگرد اپنے پروں کو حرکت دیتا ہے تاکہ وہ اس پر گرے۔ رفرف سے مراد خیمہ کا نچلا حصہ، قمیص کی جانب اور اس میں سے جو چیز لٹک رہی ہو، اس کا واحد رفرفہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بارے حدیث میں ہے: فرفع الرفرف فرأينا وجهه كأنه ورقة یعنی خیمہ کی ایک جانب اٹھائی گئی تو ہم نے آپ کا چہرہ دیکھا گویا وہ چاندی تھا۔ ایک قول یہ کیا گیا: رفرف کا اصل رف النبت یرف ہے جب وہ تروتازہ ہو؛ یہ ثعلبی نے حکایت بیان کی ہے۔ قتبی نے کہا: یہ لفظ کسی شی کے لیے اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب اس کا پانی زیادہ ہو یہاں تک کہ وہ جھومنے لگے۔ رف یرف رفیفا یہ مہدوی نے بیان کیا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: رفرف ایسی چیز کو کہتے ہیں جب اس کا مالک اس پر بیٹھے تو وہ دائیں بائیں اوپر نیچے حرکت کرے وہ اس کے ساتھ لذت حاصل کرے جس طرح جھولا جھولتا ہے، یہ قول ترمذی حکیم نے نوادر الاصول میں بیان کیا ہے ہم نے اس کا ذکر تذکرہ میں کیا ہے۔ ترمذی حکیم نے کہا: رفرف فرش سے مرتبہ میں بلند ہے پہلے دو باغوں کے بارے میں فرمایا: **مُتَّكِـِٔيْنَ عَلٰى فُرُشٍۢ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ** جب کہ یہاں فرمایا: **مُتَّكِـِٔيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ**، رَفْرَفٍ ایسی شی ہے جب ولی اس پر متمکن ہوتا ہے تو وہ اس کے ساتھ حرکت کرتی ہے یعنی اسے یہاں اڑا کر لے جاتا ہے اور یہاں اڑا لے جاتا ہے جہاں اس کا ارادہ ہوتا ہے جس طرح جھولا ہوتا ہے اس کی اصل رفارف بین یدی اللہ عزوجل ہے۔

حدیث معراج میں ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سدرۃ المنتہٰی تک پہنچے تو رفرف آپ کے

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 443 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً

پاس آیا آپ نے اسے جبرئیل امین سے لیا اور اس کے ساتھ مسند عرش کی طرف اڑ گئے۔ اس میں آپ نے ذکر کیا کہ" وہ مجھے لے کر اڑا کبھی مجھے نیچے لے جاتا اور کبھی اوپر لے جاتا یہاں تک کہ مجھے میرے رب کے سامنے کھڑا کر دیا۔ پھر جب واپسی کا وقت ہوا آپ نے اسے پکڑا تو وہ آپ کو لے کر اڑا کبھی نیچے ہوتا اور کبھی اوپر جاتا یہاں تک کہ اس نے آپ کو جبرئیل امین تک پہنچا دیا جب کہ جبرئیل امین رو رہے تھے اور حمد کے ساتھ اپنی آواز بلند کر رہے تھے" رفرف ایک خادم ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر رہتا ہے دنو اور قرب کے محل میں اس کے خاص امور ہیں جس طرح براق ایک جانور ہے جس پر انبیاء سواری کرتے ہیں وہ اس کی زمین میں خاص ہے یہ رفرف ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دو جنت والوں کے لیے مسخر کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا قرب رکھتی ہیں یہ رفرف ان کا تکیہ اور بستر ہے وہ ولی کو ان نہروں کے کناروں پر لے کر اڑتا رہتا ہے جہاں وہ جنتی چاہتا ہے جہاں ان کی بیویاں خیرات حسان کے خیمے میں ہوتی ہیں پھر فرمایا: وَّ عَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ۞ عَبْقَرِيٍّ ان کپڑوں کو کہتے ہیں جن پر نقش و نگار ہوتے ہیں جن کو پھیلایا جاتا ہے جب ان نقوش کا خالق کہے کہ یہ حسان ہیں تو ان عباقر کے بارے میں تیرا کیا گمان ہوگا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، جحدری، حضرت حسن بصری اور دوسرے علماء نے متکئین علی رفارف پڑھا ہے یہ جمع ہے غیر منصرف ہے، اسی طرح وعباقری حسان بھی ہے یہ رَفْرَفٍ اور عَبْقَرِيٍّ کی جمع ہے رَفْرَفٍ اسم جمع ہے عبقری واحد ہے جو جمع پر دلالت کرتی ہے جو عَبْقَرِيٍّ کی طرف منسوب ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: رَفْرَفٍ اور عَبْقَرِيٍّ کا واحد رفرفہ اور عبقریہ ہے رفارف اور عباقر جمع الجمع ہے۔

عَبْقَرِيٍّ سے مراد موٹی چٹائی ہے، یہ فراء کا قول ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد تکیے ہیں؛ یہ حضرت ابن عباس اور دوسرے علماء سے مروی ہے۔ حضرت حسن بصری نے کہا: اس سے مراد قالین ہیں۔ مجاہد نے کہا: اس سے مراد ریشم ہے۔ قتبی نے کہا: ہر ایسا کپڑا جس پر نقش و نگار ہوں عرب اسے عبقری کہتے ہیں۔ ابو عبید نے کہا: یہ ایسی زمین کی طرف منسوب ہے جس میں کپڑے پر نقش و نگار بنائے جاتے ہیں، اس کی طرف ہر اس نقش کو منسوب کیا جاتا ہے جس کو مضبوط نقش کہا جاتا۔

یہ کہا جاتا ہے: عبقر یمن کی ایک جانب ایسی بستی ہے جس میں منقش قالین بنے جاتے۔ ابن انباری نے کہا: اس میں اصل یہ ہے کہ عبقر ایک بستی ہے جس میں جن رہتے اس کی طرف ہر عمدہ چیز منسوب کی جاتی ہے۔ خلیل نے کہا: مردوں، عورتوں اور اس کے علاوہ جو بھی عمدہ چیز ہو عربوں کے ہاں اسے عبقری کہتے ہیں؛ اسی معنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمان ہے: فلم أر عبقریا من الناس یَفْرِی فَرِیَّة(1) ابو عمرو نے کہا جب کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس فرمان کے بارے میں پوچھا گیا تھا تو فرمایا: عبقری سے مراد قوم کا رئیس اور بزرگ ہے۔

جوہری نے کہا: عبقری ایسی جگہ ہے عرب یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ جنوں کا علاقہ ہے۔ لبید نے کہا:

كُهُولٌ وشُبَّان كَجِنَّةِ عَبْقَرِ

عبقر کے جنوں کی طرح ادھیڑ عمر اور جوان ہیں۔ پھر عربوں نے اس کی طرف ہر ایسی چیز کو منسوب کیا جس کی قوت اور عمدہ

1۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، علامات النبوۃ فی الاسلام و اطرافہ، جلد 1، صفحہ 513

صنعت سے وہ متعجب ہوتے انہوں نے کہا: عبقری۔ یہ واحد اور جمع ہے حدیث میں ہے: إنه کان یسجد علی عبقری(1) وہ عبقری پر سجدہ کرتا ہے۔ اس سے مراد ایسی قالین ہے جس میں رنگ ہوں اور نقوش ہوں یہاں تک کہ انہوں نے کہا ظلم عبقری، هذا عبقری قوم۔ یہ جملہ اس آدمی کے لیے بولتے جو قوم میں سے قوی ہوتا۔ حدیث طیبہ میں ہے: فلم أر عبقریا یفری فریة میں نے قوم کے سردار کو نہیں دیکھا جو جھوٹ بولتا ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے ایسی چیز کے ساتھ خطاب کیا جس سے وہ متعارف تھے اور فرمایا: عَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ۔ بعض قاریوں نے اسے عباقری پڑھا ہے۔ یہ غلط ہے کیونکہ اسم منسوب کے جمع یا نسبت کو باقی رکھتے ہوئے نہیں بنائی جاتی۔ قطرب نے کہا: یہ منسوب نہیں یہ کرسی کراسی، بختی اور بخاتی کی طرح ہے۔ ابو بکر نے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یوں پڑھا متکئین علی رفارف خضر وعباقری حسان ثعلبی نے اسے ذکر کیا ہے(2) خضر کے ضاد کو مضموم پڑھنا بہت ہی قلیل ہے۔

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ۝ تَبٰرَكَ یہ برکة سے تفاعل کا وزن ہے۔ یہ بحث پہلے گزر چکی ہے۔ ذِی الْجَلٰلِ عظمت والا۔ یہ بحث بھی پہلے گزر چکی ہے۔ عامر نے ذو الجلال پڑھا ہے اور اسے اسم کی صفت بنایا ہے یہ اس امر کو قوت بہم پہنچاتا ہے کہ اسم میں مسمی ہے باقی قراء نے ذی الجلال پڑھا ہے انہوں نے ذی کو ربك کی صفت بنایا ہے گویا اس کے ساتھ اس اسم کا ارادہ کیا ہے جس کے ساتھ سورت کا آغاز کیا فرمایا: اَلرَّحْمٰنُ اس اسم کے ساتھ آغاز کیا اور انسان اور جنوں کی تخلیق کا ذکر کیا، آسمانوں اور زمین کی تخلیق کا ذکر کیا، ان میں اپنی تدبیر کا ذکر کیا اور فرمایا: كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ۝ پھر قیامت، اس کی ہولناکیوں اور جہنم کی صفت کا ذکر کیا پھر جنتوں کی صفت کا بیان کیا پھر سورت کے آخر میں بیان کیا تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ۝ یعنی وہ اسم جس کے ساتھ سورت کا آغاز کیا۔ گویا انہیں آگاہ کیا کہ یہ سب کچھ تمہارے لیے میری رحمت سے پیدا ہوا ہے میں نے اپنی رحمت سے تمہیں پیدا کیا، تمہارے لیے آسمان، زمین، جنت اور دوزخ بنائے یہ سب کچھ تمہارے لیے رحمٰن کے اسم سے وقوع پذیر ہوا تو اس اسم کی مدح کی پھر کہا: ذِی الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ۝ یعنی وہ ذات کے اعتبار سے جلیل ہے، افعال میں کریم ہے۔ قراء نے اس میں اختلاف نہیں کیا کہ سورت کے آغاز (3) میں وجہ کی صفت بنائیں جب کہ حالت رفعی میں ہو۔ یہ اس امر پر دال ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے مومن جس کو ملیں گے جب وہ اس کا دیدار کریں گے، حسن جزا، خوبصورت ملاقات اور اچھی عطا سے خوش ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

1۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، جلد 1، صفحہ 520

2۔ در منثور، جلد 6، صفحہ 214

3۔ مراد آیت نمبر 27 ہے۔